جشن عید میلاد النبی ﷺ
مبارک ہو
ماہنامہ
اعلیٰ حضرت
بریلی شریف
الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
مدیر اعلیٰ
(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"
Jan. 2016
۱۴۳۷ھ

عید میلاد النبی کے موقع پر حضور صاحب سجادہ کا ایک اہم پیغام

بارہویں شریف کا چاند جیسے ہی افق عالم پر طلوع ہوتا ہے ویسے ہی ہر طرف چراغاں ہی چراغاں ہونے لگتا ہے، عقیدتیں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں، محبتیں جلا پانے لگتی ہیں، ہر طرف پیدائش مولیٰ کی دھومیں مچنے لگتی ہیں، گلستانِ عشق وعرفان میں خوشنما گل وغنچہ کھلنے لگتے ہیں، ہر گھر اور ہر بستی انوار ورحمت کی آغوش میں آجاتی ہے، ہر طرف نور کی برکھا برسنے لگتی ہے اور ہر عاشق نبی نور کی سرکار سے امام احمد رضا کی زبان میں یوں صدقہ کی بھیک مانگتا ہے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا ☆ نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

اس کائنات ہستی کے ہر گل و بوٹے کو سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے وجود کا پیرہن نصیب ہوا اس لئے اس موقع پر خوشیاں منانا، چراغاں کرنا، دھومیں ڈالنا اور جلسہ وجلوس کے ذریعہ اپنے عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثبوت دینا ایک فطری امر ہے۔ لہذا تمام احباب اہلسنت سے پُر خلوص گزارش ہے کہ ''عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے موقع پر اپنی بستیوں، دوکانوں ،مکانوں، گلیوں، محلوں، کوچوں، مارکیٹوں، مدرسوں، قبرستانوں اور مسجدوں میں سجاوٹ اور چراغاں کریں ،محفل میلاد کا انعقاد کریں، شرعی حدود میں رہ کر جگہ جگہ جلوس نکالیں، جلسے منعقد کرائیں، قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام فرمائیں، دوست واحباب اور پڑوسیوں کو مبارک بادیاں پیش کریں، غریبوں کی امداد کریں ،زیادہ سے زیادہ صدقات وخیرات کریں اور غیر مسلم قوموں کو اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور اخلاق عالیہ سے متعارف کراتے ہوئے بدمذہبوں کو سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کا یہ پیغام سنائیں کہ

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم ☆ مثل فارس نجد کے قلعہ گراتے جائیں گے

فقیر قادری محمد سبحان رضا ''سبحانی'' غفرلہ
خانقاہ عالیہ رضویہ رضا نگر سوداگران بریلی شریف

جلد نمبر ۵۶ رشمارہ نمبر ۱

صفر المظفر ۱۴۳۷ھ
جنوری ۲۰۱۶ء
January 2016

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ

محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج

محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی

سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت علامہ مفتی عبد الواجد صاحب ہالینڈ
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا علی احمد صاحب سیوانی
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا حنیف صاحب رضوی بولٹن انگلینڈ
عالی جناب راجہ گل نواز رضوی صاحب انگلینڈ
عالی جناب ڈاکٹر سید محمود حسین صاحب چشتی

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبد الرحمن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

ترسیل زر ومراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴ رسوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581-2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.ala-hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHANA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ	
فی شمارہ:	20/-
زر سالانہ:	200/-
بیرون ملک:	20$ رامریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

کلام الامام - امام الکلام

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجیے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجیے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

غوث اعظم آپ سے فریاد ہے
زندہ پھر یہ پاک ملت کیجیے

میرے آقا حضرت اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجیے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت ودرستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی رہ پا جائے تو آگاہ فرماکر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں صحیح کردی جائیگی۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.ala-hazrat.com, E-mail:-subhanimian@yahoo.co.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

نبیرۂ استاذ زمن امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ اور نبیرۂ علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں محمد حسن رضا خاں کراچی پاکستان کے سانحہ ارتحال سے خانوادۂ رضویہ اور عقیدتمندان خاندان اعلیٰ حضرت کو پہنچنے والے صدمۂ جانکاہ کو بیان کرتی اشک آلود تحریر

اداریہ:۔ مفتی محمد سلیم بریلوی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام ومدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت

مشہور ومعروف اور قابل احترام شخصیتوں کی موت کے تعلق سے ایک اردو شاعر نے بہت پتے کی بات کہی ہے کہ۔

موت تو وہ ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

ایک عربی شاعر نے موت کی حقانیت کو بیان کرنے اور جانے والے کے متعلقین کو صبر کا مرہم پیش کرتے ہوئے یوں کہا کہ

حوض هنالك مورود بلا كذب
لا بد من ورده يوما كما وردوا

آج محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کی ۲۶؍تاریخ ہے، نومبر ۲۰۱۵ء کی ۹؍تاریخ ہے، پیر کا دن ہے، تقریباً ۲؍بجے کا وقت ہے، راقم السطور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے کمپیوٹر روم میں بیٹھا اپنے کاموں میں مصروف ہے کہ اچانک وھاٹس ایپ پر ایک میسج موصول ہوتا ہے۔ میسج کیا تھا اسے دیکھ کر پورا وجود ہی تھر تھرا اٹھا۔ اس میں تحریر تھا کہ ابھی ابھی تقریباً ایک بجکر پینتالیس منٹ پر امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا۔ یہ خبر کیا تھی ایک بجلی تھی جس نے ہمارے پورے وجود کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جو بھی اس خبر کو سنتا اس پر سکتہ طاری ہو جاتا، ہر ایک کے لیے یہ غمناک خبر سوہان روح تھی، ایسا لگتا تھا کہ خبر دینے والے نے ہمارے کانوں میں گرم اور پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہو، یہ خبر آنا فانا میں پورے ملک اور بیرون ملک میں گشت کر گئی، سوداگران کی حالت یہ تھی کہ ہر ایک کے دماغ میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی، بریلی شریف کے تمام ادارے خاص کر منظر اسلام کے تمام در ودیوار سے سوگواری پھوٹنے لگی، رضا نگر کی گلیوں میں اُداسی کا راج ہوگیا، چمنستان رضا کا ہر پھول سراپا مرثیہ خواں بن گیا، شہر کے ہر محلے کو غم والم کی چادر نے اپنے اندر لے لیا، ہر طرف سوگواری ہی سوگواری نظر آرہی تھی۔ ہر عقیدت مند حسرت وافسوس، غم واندوہ، حزن وملال اور حیرت واستعجاب کی تصویر بنا نظر آرہا تھا۔ پورا شہر اور عقیدتمندوں کی پوری جماعت صدمے کی حالت میں اس شعر کی سراپا تصویر بنی ہوئی تھی کہ۔

غنچے خموش، پھول پریشاں، چمن اداس
کیا کہہ گئی ہے موج صبا سوچنا پڑا

ہر عقیدت مند یوں مرثیہ خواں اور نوحہ کناں تھا کہ۔

پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

روز بروز جس طرح جماعت اہل سنت کے مخلص اکابر اٹھتے جارہے ہیں اس کی وجہ سے ذہن وفکر میں یہ آرزو مچل اٹھی کہ

اے کاش! یہ میسج غلط ہو، خبر دینے والے کی خبر غلط ہو جائے، دل میں یہ بات آئی کہ ہمارے اکثر مخلص اکابر اس دنیا سے آہستہ آہستہ تشریف لے جا چکے ہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت امین شریعت اس دنیا سے اتنی جلدی چلے جائیں، ابھی ہم حواس باختگی اور تشکیک و تغلیط کی وادیوں میں سرگرداں تھے کہ اچانک پردۂ ذہن پر قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ جلوہ گر ہوئی کہ "کل نفس ذائقة الموت" اور "فاذا جاء اجلهم لايستاخرون ساعة ولا يستقدمون" چنانچہ ان آیات کریمہ کے ورد سے ذہن وفکر اور روح وقلب نے کچھ سنبھالا لیا، ہم ہوش کی دنیا میں آئے اور فوراً ہی زبان پر کلمۂ ترجیع "انا لله وانا اليه راجعون" جاری ہو گیا۔ ساتھ ہی حضرت امین شریعت کی پاکباز زندگی کے زریں نقوش ہمارے سامنے جلوہ گر ہو گئے، جنہیں دیکھ کر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر مچل اٹھا کہ۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

حضرت امین شریعت کا سانحہ ارتحال بلا شبہ جماعت اہل سنت کا ایک عظیم خسارہ ہے کیونکہ آپ کی ذات ایک انجمن تھی یقیناً آپ کا انتقال صرف آپ کا نہیں بلکہ ایک عظیم جماعت کا انتقال ہے۔ آپ کا یہ انتقال پُر ملال ایک عربی شاعر کے اس شعر کے مصداق ہے کہ۔

وما كان قيس موته موت واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

یعنی قیس کی موت فرد واحد کی موت نہیں بلکہ اس کی موت کی وجہ سے تو آج پوری قوم کی عمارت ہی زمیں بوس ہو گئی۔

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی "صخر" کی موت پر طلوع آفتاب اور غروب شمس کو اپنے بھائی کی یاد تازہ کرنے کا سبب بتایا تھا۔ اس موقع پر آپ نے اپنے بے مثال عربی مرثیہ میں یوں اظہار خیال فرمایا تھا کہ۔

يذكرني طلوع الشمس صخرا
واذكره عند كل غروب شمس

یعنی روزانہ طلوع شمس میرے بھائی صخر کی یاد دلاتا ہے اور ہر روز غروب آفتاب کے وقت مجھے اس کی یاد ستاتی ہے۔ لیکن ہمیں حضرت امین شریعت کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے نہ تو طلوع شمس کی ضرورت ہے اور نہ ہی غروب آفتاب کی۔ بلکہ ان کی پاکباز حیات مبارکہ کے زریں نقوش ہمارے سامنے شمس و قمر اور آسمان کے ستاروں کے مثل روشن و منور ہیں جو تا قیامت ہمیں ان کی یاد دلاتے رہیں گے۔ اب ہم ذیل میں آپ کی مبارک زندگی کے چند روشن نمونے پیش کریں گے۔

حضرت امین شریعت ایک مختصر تعارف

حضرت امین شریعت، برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کے بیٹے اور داماد اعلیٰ حضرت حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کے تین شہزادوں میں سب سے بڑے شہزادے تھے۔ علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ کا پہلا عقد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بیٹی کنیز حسنین سے ہوا تھا جن سے صرف ایک بیٹی شمیم بانو تولد ہوئیں تھیں مگر جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کی

وفات کے بعد حضرت علامہ حسنین رضا خاں نے عالیجناب عبدالغنی خاں کی بیٹی منوری بیگم سے دوسرا عقد فرمالیا۔ جن سے تین فرزند (۱) حضرت مفتی سبطین رضا خاں سب سے بڑے شہزادے تھے (۲) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ جو ۱۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍ اگست بروز جمعہ چندر پور مہاراشٹرا جاتے وقت کار حادثہ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (۳) حضرت مفتی حبیب رضا خاں جو علامہ حسنین رضا خاں کے سب سے چھوٹے شہزادے تھے اور جن کا وصال ۲۸؍ مارچ بروز جمعہ ۲۰۱۴ء بعد نماز فجر ہوا۔ (۴) ایک بیٹی جن کا عقد تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں مدظلہ العالی سے ہوا اور جو الحمدللہ ابھی بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

نام و نسب: امین شریعت حضرت علامہ الشاہ محمد سبطین رضا خاں بن داماد اعلیٰ حضرت حضرت علامہ حسنین رضا خاں بن برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بن امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں (والد ماجد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

القاب و تخلص: امین شریعت، شبیہ مفتی اعظم ہند، رہبر شریعت، حکیم الاسلام آپ کے القاب وخطابات تھے۔ تخلص آپ سبطین فرماتے تھے۔

تاریخ پیدائش و جائے پیدائش: آپ رضانگر محلہ سوداگران بریلی شریف کی سرزمین عشق و محبت پر مؤرخہ ۲؍ نومبر ۱۹۲۷ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت و تسمیہ خوانی: حضرت امین شریعت (اصل) خاندان علامہ نقی علی خاں کے فرد فرید تھے کہ کئی پشتوں سے جس خاندان کا علمی، قومی، ملی، مذہبی، مسلکی اور روحانی خدمات کا سکہ پوری دنیا میں چل رہا ہے۔ جس کی عظمت و رفعت اور شہرت و بلندی کا سورج افق عالم پر اب تک درخشندہ و تابندہ ہے۔ اور ان شاء اللہ تا قیامت درخشاں و تاباں رہے گا۔ چنانچہ حضرت امین شریعت کو ایسے علمی گھرانے کا علمی و روحانی ماحول ملا۔ حضرت علامہ حسنین رضا خاں جیسی شخصیت کا سایۂ پدری اور خاندان اعلیٰ حضرت کی علمی و روحانی شخصیتوں خاص طور پر تاجدار اہل سنت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ عاطفت حاصل ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ کی زندگی میں ایسا نکھار پیدا ہوا کہ جس کی بنیاد پر دنیا نے انہیں امین شریعت کہا تو کبھی رہبر شریعت، کبھی شبیہ مفتی اعظم ہند سے تعبیر کیا تو کبھی حکیم الاسلام سے۔ خاندانی رسم و رواج کے مطابق جب آپ کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے آپ کے ماموں جان مرحوم مولانا عبدالہادی صاحب کے مکان پر رسم تسمیہ خوانی کی ایک مثالی اور عمدہ تقریب کا انعقاد کیا جس میں آپ کے چھوٹے دادا، سرکار مفتی اعظم ہند کے خسر محترم اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ مفتی محمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے آپ کو بسم اللہ شریف پڑھا کر آپ کی رسم تسمیہ خوانی کی ادائیگی فرمائی۔ آپ بچپن ہی سے تقویٰ شعار اور صوفی صفت انسان تھے۔ ابتداً اکبری مسجد جو پرانہ شہر کے محلہ گھیر جعفر خاں میں واقع اور مرزائی مسجد کے نام سے مشہور ہے وہاں چلنے والے مکتب میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی پھر درس نظامیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کو دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں داخل کرا دیا گیا۔ جہاں آپ

نے درس نظامیہ کی مروجہ کتابوں کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے رفیق درس مولانا فیضان علی رضوی بیسلپوری کے ساتھ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے جا کر داخلہ لیا۔

نکاح: گھریلو ماحول تو آپ کو علمی و روحانی ملا ہی تھا خوش قسمتی سے سسرال بھی آپ کو علمی اور روحانی ہی ملی چنانچہ ۱۸/شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸/مارچ ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بعد نماز عصر بڑی مسجد آم والی محلہ جہاں گیر آباد بھوپال میں آپ کا نکاح تسہیل المصادر کے مصنف، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالرشید فتح پوری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا، مفتی مالوہ حضرت علامہ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ آپ کی اہلیہ بے انتہا نیک، پارسا، صوم وصلوٰۃ کی پابند تقویٰ شعار اور پردے کا سختی کے ساتھ التزام کرنے والی خاتون ہیں۔ آپ کا پردہ پورے خاندان اعلیٰ حضرت میں مشہور ہے۔

اولاد: ان نیک خاتون سے آپ کی سات اولاد ہوئیں جن میں سے دو شہزادوں کا انتقال ہو گیا اور اس وقت دو صاحبزادے حضرت مولانا سلمان رضا خاں صاحب، حضرت نعمان رضا خاں صاحب۔ اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ حضرت مولانا سلمان رضا خاں تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں مدظلہ النورانی کے داماد بھی ہیں۔

بیعت و خلافت: حضرت علامہ حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ نے اپنی تمام تر علمی و روحانی خوبیوں کے باوجود اپنے بڑے شہزادے حضرت امین شریعت کو تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا۔ سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔

زیارت حرمین شریفین: آپ نے اپنی زندگی میں ۶/مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرمائی۔

دینی خدمات: علوم دینیہ اور عصری تعلیمات حاصل کرنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے دارالعلوم مظہر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر آپ ہلدوانی اتراکھنڈ مدرسہ اشاعت العلوم میں تین سال تک علوم وفنون کے موتی بکھیرتے رہے اور طالبان علوم نبویہ انہیں اپنے دامن علم وفن میں سمیٹتے رہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ ناگپور کی عظیم الشان درسگاہ جامعہ عربیہ اسلامیہ تشریف لائے، یہاں کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ تین سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔ یہاں کی مجلس شوریٰ کے آپ رکن بھی رہے۔ ۱۹۶۳ء میں چھتیس گڑھ کے ایک خطہ کانکیر تشریف لائے۔ سرزمین کانکیر پر قدم رکھتے ہی آپ کی زبان فیض ترجمان سے اچانک یہ جملہ نکلا کہ "ارے یہ تو وہی سرزمین ہے جسے میں نے عالم خواب میں دیکھا تھا" اسی سرزمین کو آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لیے منتخب فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بنجر زمین علوم وفنون اور روحانیت وعرفانیت کے ماحول کے حوالے سے رشک جناں بن گئی۔ آپ نے نہایت تکلیفیں اور مصائب وآلام برداشت کر کے بے انتہاء استقامت کے ساتھ یہاں روحانی وعرفانی ماحول پیدا کیا۔ آج بھی یہ خطہ آپ کی مخلصانہ جدوجہد کی مونھ بولتی تصویر ہے۔ چھتیس گڑھ کے بہت سے علاقوں اور خطوں میں آپ نے مساجد، مدارس اور دینی اداروں کو قائم فرمایا۔ کیشکال میں مدرسہ فیض الرسول، رائے پور میں مدرسہ "ادارۂ شرعیہ دارالعلوم فیضان

مصطفیٰ'' قائم فرمایا۔ کانکیر میں دارالعلوم امین شریعت کی بنیاد ڈالی۔

قلمی خدمات: آپ ایک بے مثال فقیہ، مفتی، مدرس، شاعر، پیر طریقت، مبلغ مسلک اعلیٰ حضرت اور خطیب و واعظ ہونے کے ساتھ ایک بہترین قلمکار اور مضمون نگار بھی تھے۔آپ کے مضامین جماعت اہل سنت کے مشہور و معروف رسالوں کی زینت بنتے رہتے تھے۔آپ کے مضامین میں سے ''لاؤڈ اسپیکر، آئینہ قیامت کے سرقہ کی پُر اسرار داستان، ٹی وی کے مضر اثرات، صدر العلماء پیکر حلم و بُردبار، یک از مردان حق، برادر زادۂ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء مولانا حسنین رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ، ماہ محرم اور مفتی اعظم، منفرد شخصیت، ہمارا قومی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینے میں، کائنات کا دولہا، مراسم محرم اور مسلمان، نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟'' جیسے مضامین آپ کے قلمی شاہکار ہیں۔ان تمام مضامین کو حضرت امین شریعت کے خادم خاص مولانا اشرف رضا قادری صاحب نے ''مضامین امین شریعت'' کے نام سے کتابی شکل میں جمع فرمادیا ہے۔

اوصاف جمیلہ: حضرت امین شریعت مسائل ضروریہ شرعیہ پر گہری نگاہ رکھتے تھے، فرائض و واجبات کے ساتھ اوراد و وظائف اور سنن و مستحبات پر سختی سے عامل تھے۔تقویٰ شعار زندگی آپ کا نشان امتیاز تھی، خلق خدا کو اوراد و وظائف اور مسائل شرعیہ کے ذریعہ نفع پہنچاتے۔کثرت کے ساتھ سرکار مفتی اعظم ہند کی حیات طیبہ کے گوشوں پر روشنی ڈالتے ،لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے ،اصاغر و اکابر ہر ایک سے نہایت ہی منکسرانہ انداز اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے۔مدارس کے طلبہ کو بزرگوں کے واقعات سنا کر مسلک و مذہب کی خدمت کرنے پر بے لوث اور مخلصانہ انداز میں ابھارتے۔دور دراز سے آنے والے پریشان حال لوگوں کو تعویذات و عملیات کے ذریعے فائدہ و نفع پہنچاتے۔

موصوف کے انتقال پر ملال پر حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی نے اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے راقم اور دیگر لوگوں کی موجودگی میں ارشاد فرمایا'' حضرت امین شریعت حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خاں صاحب بے انتہاء منکسر المزاج اور تقویٰ شعار زندگی کے مالک تھے، آپ کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ رہتی تھی، صحیح معنوں میں آپ نمونۂ اسلاف تھے۔آپ کی سادگی سے عوام و خواص سبھی متاثر تھے۔بیعت و ارشاد کے ذریعے آپ نے کافی لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند بنا دیا تھا، آپ کے جانے سے ہمارے یہاں اب کافی خلا محسوس ہوگا، یقیناً اب ہماری جماعت آہستہ آہستہ اپنے اکابر اور اپنے اسلاف سے محروم ہوتی جارہی ہے۔اللہ رب العزت ان بزرگوں کا صحیح جانشین ہم غربائے اہل سنت کو عطا فرمائے۔یقین ہی نہیں ہوتا کہ وہ عظیم اور سادہ مزاج شخصیت جس کے دیدار سے ہمیں سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آجاتی تھی۔وہ شخصیت اب ہم سے رخصت ہوگئی۔'' ان تعزیتی جملوں کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''کل جامعہ رضویہ منظر اسلام میں درس و تدریس کا سلسلہ موقوف کر کے رضا مسجد کے اندر ایک تعزیتی محفل کا انعقاد کیا جائے''۔

منظر اسلام میں تعزیتی اجلاس: ۱۰ر نومبر بروز منگل صبح سات بجے رضا مسجد کے اندر تمام اساتذہ اور طلبۂ منظر اسلام نے سب سے پہلے قرآن خوانی کی اس کے بعد ایک باضابطہ تعزیتی جلسے کا آغاز قاری رضوان صاحب کی تلاوت سے

ہوا۔ طلبہ نے نعت ومناقب کے نذرانے پیش کیے، علمائے منظر اسلام نے اپنے قلبی وروحانی غم واندوہ کا اظہار کیا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے ذی استعداد اور باصلاحیت استاذ حضرت مولانا مفتی محمد اختر کوکبؔ بریلوی مدظلہ نے اس موقع پر جو تعزیتی نظم پیش فرمائی اس کا ایک ایک مصرعہ یقیناً اشک آلود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

لا تناہی فرقتوں سے جو رلا کر چل بسا
موت عالِم موت عالَم جو بتا کر چل بسا
وہ نمونۂ سلف تھا عاشق شاہ ھدیٰ
فیض کا دریا جہاں میں جو بہا کر چل بسا
وہ تلاطم خیز بحرِ بیکراں تھا علم کا
تشنہ لب کی تشنگی کو جو بجھا کر چل بسا
تھا امین دین، شریعت کا محافظ پاسباں
عشق احمد کا دیا گھر گھر جلا کر چل بسا
سادگی مفتی اعظم کا پیکر علم داں
گوہر علم و حِکَم ہر جا لٹا کر چل بسا
ہر ادا سے پھوٹتی تھی خوشبوئے شرع متین
باغ عالم کو وہ خوشبو سے بسا کر چل بسا
تھا بیاں، جس کا نہیں کوئی بیاں اس دہر میں
وعظ ونصیحت کے گراں موتی لٹا کر چل بسا
جام کوثر وہ پیئے دست شہِ ابرار سے
بادۂ وحدت جہاں کو جو پلا کر چل بسا
اس کے قدموں پہ نچھاور جان کوکبؔ کی خدا
جو درِ آقا پہ اپنی جاں لٹا کر چل بسا

اس کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام کے صدر المدرسین جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد عاقل صاحب رضوی نے حضرت امین شریعت کی دینی، مذہبی، مسلکی، اور علمی وروحانی خدمات کے حوالہ سے ایک جامع خطاب فرماتے ہوئے طلبہ کو یہ نصیحت فرمائی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں جو آپ نے مصائب وآلام اور تکلیفیں برداشت کیں یہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہیں۔ حضرت امین شریعت کے سانحہ ارتحال پر حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد احسن رضا قادری مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ''حضرت امین شریعت کی ذات ہمارے لیے قابل فخر تھی، ان کی حیات پاک کی قیمتی سانسوں سے اوران کی دینی خدمات سے ہمیں حوصلہ ملتا تھا۔ افسوس! اب ہمارا خاندان بزرگوں سے خالی ہوتا جارہا ہے۔''

آپ کے انتقال پرملال پر تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی نے اپنے قلبی رنج والم اور حزن وملال کا جو اظہار اشعار کی صورت میں فرمایا وہ یقیناً بے مثال اور صنف مرثیہ خوانی کا عظیم شاہکار ہے:۔

چھوڑ کر آپ سارا جہاں چل دیئے
اے! امین شریعت کہاں چل دیئے
دیکھے ہستی کا اپنی نشاں چل دیئے
سب کی منزل جہاں ہے وہاں چل دیئے
کیسے ماہ مبیں بے گماں چل دیئے
کتنے زیر زمیں آسماں چل دیئے
عشق سرور میں مر کر امر ہو گئے
اور فنا ہو کے سوئے جناں چل دیئے
آگے آگے امین شریعت گئے
پیچھے اشکوں کے سیل رواں چل دیئے

داغ عشق نبی دل میں رکھے رہے
لیکے شمع لحد شاداں چل دیئے
باغ احمد رضا کے گل خوشنما
مسکراتے سوئے گلستاں چل دیئے
دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں
کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دیئے

نماز جنازہ اور تدفین: ویسے تو آپ کے مریدین ومتوسلین اس بات پر مصر تھے کہ وہ آپ کے جسد خاکی کو کانکیر کی سرزمین یعنی چھتیس گڑھ لے جائیں مگر اہل خانہ کے مشورے کے بعد آخر میں یہی طے پایا کہ آپ کی نماز جنازہ بھی سرزمین اعلیٰ حضرت پر ہو اور آخری آرام گاہ بھی اسی مقدس سرزمین پر بنائی جائے۔چنانچہ ۲۸ محرم ۱۴۳۷ھ/۱۱ نومبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ تقریباً ۱۱ بجے دن میں آپ کا جنازہ غسل وتکفین کے بعد ایک گاڑی پر رکھ کر آپ کے کاشانۂ اقدس محلہ کانکر ٹولہ پرانہ شہر بریلی سے جلوس کے ساتھ روانہ ہوا۔کسی بھی گلی میں پاؤں رکھنے تک کی جگہ نہ تھی، بے پناہ اور بے شمار اژدہام تھا، روہیلکھنڈ کے علاوہ ہندوستان کے متعدد صوبوں خاص کر چھتیس گڑھ، اڑیسہ، کرناٹک، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش اور گجرات کے متعدد اضلاع اور خطوں سے عقیدتمندوں اور مریدین کے جھنڈ کے جھنڈ سرزمین بریلی شریف پر آئے ہوئے تھے۔وہ زار وقطار رو رہے تھے، آنسوؤں سے داڑھیاں بھیگ رہی تھیں، تسبیح وتہلیل کی صداؤں

اور کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں دُرود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ کلام والہانہ انداز میں پڑھتے ہوئے جنازہ کے ساتھ چل رہے ہیں۔تقریباً ساڑھے بارہ بجے یہ جلوس جنازہ اسلامیہ گراؤنڈ پہنچا جہاں جماعت اہل سنت کے اکابر واصاغر علما، خاندان اعلیٰ حضرت کے تمام شہزادگان موجود ہیں۔ان میں صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی، ان کے لخت جگر حضرت علامہ مولانا محمد احسن رضا قادری، شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد عسجد رضا قادری، شہزادۂ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ منان رضا خاں منانی میاں، شہزادۂ ریحان ملت حضرت مولانا تسلیم رضا خاں، شہزادۂ صدر العلماء حضرت مولانا حسان رضا خاں، حضرت مولانا صوفی رضوان رضا خاں، شہزادۂ امین شریعت حضرت مولانا سلمان رضا خاں، حضرت مولانا نعمان رضا خاں، حضرت مولانا عمران رضا خاں عرف سمنانی میاں، شہزادۂ حبیب العلماء حضرت مولانا حسیب رضا خاں، شہزادۂ قمر ملت حضرت مولانا عامر رضا خاں، حضرت مولانا توقیر رضا خاں، شہزادۂ ریحان ملت حضرت مولانا عثمان رضا خاں عرف انجم میاں، حضرت مولانا شیران رضا خاں، حضرت مولانا ارسلان رضا خاں، حضرت مولانا تنعیم رضا خاں، حضرت الحاج محمد حسن رضا خاں عرف نوری میاں، حضرت مولانا عدنان رضا خاں، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت مفتی سید شاہد علی میاں رامپوری، شیر قادریت حضرت علامہ مختار احمد قادری بہیڑوی، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی اور بریلی شریف واطراف کے مدارس اسلامیہ کے طلبہ اور اساتذہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔تقریباً ۱ بجے دوپہر تاج الشریعہ

حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں مدظلہ النورانی نے نماز جنازہ ادا کرائی۔ اسلامیہ گراؤنڈ پورا کا پورا ابھرا ہوا تھا۔ کہیں بھی تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز جنازہ کے بعد محلہ کانکر ٹولہ آپ کے مکان کے سامنے ایک پلاٹ خرید کر تقریباً شام ۳ر بجے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ دیر رات تک مٹی دینے والوں کا سلسلہ جاری رہا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نبیرۂ نعمانی میاں کی شہادت

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں بن حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں بن سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ حضرت حجۃ الاسلام کے چھوٹے شہزادے اور مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان تشریف لے گئے تھے۔ کراچی میں آپ کا مکان تھا۔ وہیں آپ نے انتقال فرمایا۔ کراچی ہی میں آپ مدفون بھی ہیں۔ حضرت نعمانی میاں علیہ الرحمہ کے تین شہزادے ہیں (۱) حمید رضا خاں عرف یزدانی میاں (۲) عمید رضا خاں عرف نورانی میاں (۳) محمد رضا خاں عرف رضوانی میاں۔ آخر الذکر شہزادے محمد رضا خاں عرف رضوانی میاں کے دو شہزادے ہیں (۱) محمد حسن رضا خاں (۲) محمد فہد رضا خاں۔

خاندان اعلیٰ حضرت کے لیے یہ بہت ہی غم ناک حادثہ ہے کہ مؤرخہ ۲۴ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ / ۷ر نومبر بروز ہفتہ رات ۹ر بجے حضرت نعمانی میاں کے یہ پوتے محمد حسن رضا خاں بن محمد رضا خاں عرف رضوانی میاں کراچی کے کسی خطہ میں گاڑی سے جا رہے تھے کہ اچانک کچھ اسلحہ بردار بدمعاشوں نے آپ کو گھیر لیا، آپ سے لوٹ مار کرنا چاہی، آپ نے احتجاج کیا تو ان بدبختوں نے گلستان رضا کے اس شگفتہ پھول کو گولی سے چھلنی کر دیا جس کی وجہ سے آپ جائے حادثہ ہی پر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ نے اپنی زندگی کی محض ۲۵ر ہی بہاریں دیکھی تھیں۔ نماز جنازہ میں کثرت کے ساتھ عوام و خواص موجود تھے۔ اپنے دادا حضرت علامہ حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں علیہ الرحمہ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ یقیناً خاندان اعلیٰ حضرت کے اس شہزادے کی شہادت ہم سب کے لیے ایک حادثہ عظیمہ ہے جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اللہ رب العزت خاندان اعلیٰ حضرت کے تمام شہزادوں کی حفاظت فرمائے اور جن لوگوں نے محمد حسن رضا خاں کو ظلماً قتل کر کے شہید کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کیفر کردار تک پہنچائے۔ موصوف کی شہادت کی خبر سنتے ہی حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی نے کلمۂ ترجیع پڑھ کر ایصال ثواب کی محفل کے انعقاد کا حکم دیا۔ پاکستان میں موجود اپنے عزیزوں سے اس خبر کی تفصیلات معلوم کر کے راقم الحروف کو عنایت فرمائیں اور ارشاد فرمایا: ہم تمام لوگ غم کے اس موقع پر حضرت رضوانی میاں اور پسماندگان کے غم میں مکمل شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس شہادت کو ان کے والدین اور پسماندگان کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور انہیں جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

ترجمہ: -وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے ۳۴۴ تو ان سے نہ ڈرو ۳۴۵ اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ۳۴۶ اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں ۳۴۷ وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے ۳۴۸ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا ۳۴۹ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے۔ ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں ۳۵۰ اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو ۳۵۱ جب تک جدا نہ کردے گندے کو ۳۵۲ ستھرے سے ۳۵۳ (سورۂ آل عمران رکوع ۹ ر پارہ ۴ ر آیت ۱۷۵ تا ۱۷۸)

تفسیر: - ۳۴۴ اور مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نُعیم بن مسعود اشجعی نے کیا۔ ۳۴۵ یعنی منافقین و مشرکین جو شیطان کے دوست ہیں ان کا خوف نہ کرو۔ ۳۴۶ کیونکہ ایمان کا مقتضا ہی یہ ہے کہ بندے کو خدا ہی کا خوف ہو۔ ۳۴۷ خواہ وہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا رؤسائے یہود یا مرتدین وہ آپ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب نہ ہوں گے۔ ۳۴۸ اس میں قدریہ و معتزلہ کا رد ہے اور یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ خیر و شر بارادۂ الٰہی ہے۔ ۳۴۹ یعنی منافقین جو کلمۂ ایمان پڑھنے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو باوجود ایمان پر قادر ہونے کے کافر ہی رہے اور ایمان نہ لائے۔ ۳۵۰ حق سے عناد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خلاف کرکے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون شخص اچھا ہے فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا گیا اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور عمل خراب۔ ۳۵۱ اے کلمہ گویان اسلام ۳۵۲ یعنی منافق کو ۳۵۳ مومن مخلص سے یہاں تک کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے احوال پر مطلع کرکے مومن و منافق ہر ایک کو ممتاز فرما دے۔ **شان نزول** رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلقت و آفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا، کون مجھ پر ایمان لائے گا کون کفر کریگا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے براہ استہزاء کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔ اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔

☆

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

معراج سے پہلے نماز کس طرح ادا کی جاتی تھی

عوام وخواص میں اکثر یہ بحث ہوتی ہے کہ نماز کی فرضیت تو معراج میں ہوئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر مسلمان واقعہ معراج سے پہلے کس طرح نماز ادا کرتے تھے؟ کون سی نماز پڑھتے تھے؟ کتنی رکعات اور کتنے اوقات کی نماز ادا کرتے تھے؟ ان تمام سوالوں کے جواب میرے جدامجد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینے کے لیے ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ:

عن عزیزة بنت أبی تجراة قالت: كانت قريش لا تنكر صلوٰة الضحى وكان المسلمون قبل أن تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحى والعصر وكان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا صلوا آخر النهار تفرقوا فى الشعاب فصلوها فرادى۔

ترجمہ: حضرت عزیزہ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ قریش نماز چاشت کو ناپسند نہیں رکھتے تھے۔ اور مسلمان پانچوں نمازوں کے فرض ہونے سے قبل چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام جب آخر روز یعنی عصر کی نماز پڑھتے تو گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا تنہا پڑھتے۔

تشریح: اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد میرے جدامجد سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تشریح فرمائی ہے اس سے ہمارے مذکورہ بالا تمام سوالات کے جوابات آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''اس قدر یقیناً معلوم ہے کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد، عام ازیں کہ فرض ہو یا نفل۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں۔ بلکہ نماز شروع روز شریعت سے مقرر ومشروع ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی نازل ہوئی اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریئل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھی۔ اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی۔ دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی۔ تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہوتا ہے کہ معراج سے قبل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ **اقول:** ملاحظۂ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی۔ اس میں طہارت ثوب بھی تھی۔ تکبیر تحریمہ بھی تھی۔ قرآت بھی تھی۔ رکوع بھی تھا اور سجود بھی۔ جماعت بھی تھی اور جہر بھی۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ۸۲ تا ۹۰)

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج اور تحقیق: - حضرت مولانا الحاج محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

چینی مٹی وغیرہ کے نجس برتن کے پاک کرنے کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

گاؤں کے لوگ جنگل میں کولہو، کڑھائی گاڑھ کر مٹی یا اینٹوں کے چاک میں گڑھ تیار کرتے ہیں وہ چاک اور کڑھائی وغیرہ ایسے ہی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ جن کو کتے چاٹتے اور صاف کرتے ہیں۔ اب کوئی شخص پھر گڑھ بنانے آیا تو اس نے دو ایک مرتبہ کڑھائی کو پانی سے دھویا اور چاک کو ہاتھ یا کپڑے سے جھاڑ دیا۔ دیہات میں اکثر ایسا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ایسا گڑھ آنکھ دیکھے (دیکھنے کے باوجود) بنالیا جائے تو نہ اس کا کھانا درست نہ فاتحہ۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر کتوں نے کڑھائی اور چاک کو چاٹ لیا اور ایسا ہی دھویا جیسا مذکور ہے اور گڑھ بنایا پھر فوراً دوسرے شخص نے اس کڑھائی اور اس چاک سے گڑھ بنالیا لوگوں نے کہا کہ پہلے جو گڑھ بنا اس میں کتوں کا چٹا پٹا سب پکنے سے پاک ہو گیا یہ جواب گڑھ بنا سب پاک صاف ستھرا رہا اس کا کھانا درست، فاتحہ بھی جائز۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ زید نے جو کچھ کہا کیا اس کا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ بکر کا یہ کہنا کہ جب ہم نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ صورت مذکورہ بالا گڑھ پر فاتحہ وغیرہ سب درست ہے عمرو نے جیسا کہا حضور کے پیش نظر ہے ایسا گڑ بنا ہوا صاف ستھرا ہوا یا نہیں فاتحہ یا کھانا اس کا درست ہے یا نہیں؟

سائل

سُدن خاں

پھبی پور تحصیل وضلع بریلی

الجواب: - اگر ایسی چیز ہے کہ جس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا مٹی کا پرانا استعمال چکنا برتن یا لوہے تانبے، پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھو لینا کافی ہے اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔ لوہے کی چیزیں جیسے چھری، تلوار، چاقو وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش ونگار، نجس ہو جائے تو اچھی طرح پوچھ ڈالنے سے بھی پاک ہو جائیں گی اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلا ہونے میں کچھ فرق نہیں یونہی سونے چاندی وغیرہ کی غیر نقشی چیزیں اور بغیر زنگ والی چیزیں پوچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اگر نقش و زنگ والی ہوں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ صورت مسئولہ محض بدگمانی ہے کہ کتے نے چاٹا ہوگا اس کو نجس بتانا اور اس میں پکی ہوئی چیزوں کو ناپاک بتانا درست نہیں ہاں اگر کتے کا چاٹنا یقینی ہو تو ان چیزوں کو تین بار دھو لے تو یہ پاک ہو جائیں گی اور تین بار سے کم دھونے سے پاکی کا حکم نہ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا محض ایک بار دھو لینا کافی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ریاض احمد سیوانی غفرلہ

دارالافتاء منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف

۲۳ رذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

مصطفی جان رحمت کی تاریخ ولادت

از:- مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی (علیگ)

رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بزم کائنات میں تشریف آوری کس سال اور کس مہینہ، کس دن اور کس تاریخ کو ہوئی؟ اس سلسلہ میں ارباب تاریخ وسیرت مختلف نظر آتے ہیں۔ہاں اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ان مختلف روایات میں سے ۱۲ربیع الاول دوشنبہ کی صبح کی روایت عملاً امت مسلمہ کے نزدیک ہمیشہ سے معمول بہا اور مقبول رہی ہے۔ذیل کی تفصیلات میں ان مختلف روایات کا ترجیحی رخ متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی وضاحت بھی کہ آخر کیا سبب ہے کہ امت مسلمہ نے ۱۲ربیع الاول دوشنبہ کی روایت کو متعین طریقہ سے قبول کیا اور دوسری روایتیں قابل اعتنا نہیں ہوئیں تاکہ دور حاضر کے اخبارات وجرائد کے حقیقی مقاصد نگاہوں کے سامنے آسکیں جو اس راویانہ تاریخی اختلاف کو بہت زیادہ اچھال کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ سچائی یہ ہے کہ ایسے راویانہ اختلافات نہ کوئی اجنبی چیزیں ہیں اور نہ اس سے کسی متعین اور راجح قول کی صداقت اور استحکام پر اثر پڑتا ہے۔فن تاریخ ورجال اور جرح وتنقید سے واقف حضرات اسے خوب جانتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی تعیین کے سلسلہ میں چار زاویۂ بحث ہیں (۱) سال کون سا تھا (۲) مہینہ کون سا تھا (۳) دن کون سا تھا (۴) اور تاریخ کون سی تھی؟ اسے اتفاق ہی کہئے کہ ہر ایک کے سلسلے میں روایتوں کے اختلافات موجود ہیں۔لیکن حضرات محدثین، رجال جرح وتنقید اور ارباب سیر کی تصریحات کی روشنی میں ہر باب میں تعیین اور ترجیح کی منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة۔ احقر ان بحثوں کو اسی مذکورہ ترتیب سے پیش کرتا ہے۔

ولادت نبوی کس سال ہوئی؟:- اس سلسلے میں اولاً سات روایتیں ہیں۔(۱) واقعۂ اصحاب فیل کے سال (۲) اس واقعہ کے دس سال بعد (۳) پندرہ سال بعد (۴) ۲۳ سال بعد (۵) تیس سال بعد (۶) چالیس سال بعد (۷) ستر سال بعد۔

لیکن جمہور اصحاب سیرت وحدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری واقعہ اصحاب فیل ہی کے سال ہوئی۔ جب مکہ مکرمہ میں ابرہہ کے حملہ آور ہاتھی سواروں کو ننھے منے پرندوں کے پنجوں کی کنکریاں ہلاک کر رہی تھیں تو آپ سیدتنا آمنہ بنت وہب کے شکم مبارک میں تشریف فرما تھے۔

حدیث وسیرت کے جلیل القدر امام سیدنا علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ اعلام النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

وآية الرسول من قصة الفيل أنّه كان في زمانه حملاً في بطن أمّه بمكّة لأنّه ولد بعد خمسين يوماً من الفيل (اعلام النبوۃ ص ۲۷۰)

واقعۂ فیل سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گہرا رابطہ یوں ہے کہ اس دور میں مکہ معظمہ کے اندر شکم مادری میں تھے کیونکہ آپ کی ولادت مبارکہ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد ہوئی۔سیرت ابن ہشام میں ہے:

قال ابن اسحاق وحدّثنی المطلب بن عبد الله بن قیس بن مخرمة عن أبیه عن جدّہ قال وُلدت انا ورسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عام الفیل فنحن ولدتان (سیرت ابن ہشام-۱/۱۷۵)

سیر و مغازی کے امام حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے مطلب بن عبداللہ نے اپنے والد کے توسط سے اپنے جد کریم حضرت قیس بن مخرمہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ان کے دادا قیس بن مخرمہ نے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں واقعۂ فیل کے سال پیدا ہوئے، اس لیے ہم دونوں ہم عمر ہیں۔

بلکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے استاد گرامی حضرت ابراہیم بن منذر نے تو واقعۂ فیل کے سال کے علاوہ کی جتنی روایتیں ہیں سب کو وہم وخطا قرار دیا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے:- روی أنّ القصة وقعت فی السنّة التی ولد فیها النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال ابراهیم بن المنذر شیخ البخاری لا یشك فی ذلك أحد من العلماء وعلیه الاجماع وكل ماخالفه وهم ای من انها كانت قبل بعشر سنین أو بخمس عشرة سنة أو بثلاثٍ و عشرین سنة أو بثلاثین سنة او باربعین سنة أو بسبعین سنة الا قوال المذكوره فی كتب السیر (روح المعانی-۳۰/۲۶۹)

واقعہ فیل اسی سال واقع ہوا جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت امام بخاری کے شیخ، حضرت ابراہیم بن منذر فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت میں کسی ایک عالم کو بھی شک کی گنجائش نہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے ما سوا سیرت کی کتابوں میں جو روایات منقول ہیں کہ واقعۂ فیل، ولادت مبارکہ سے دس سال، پندرہ سال، تیئیس سال، تیس سال، چالیس سال یا ستر سال پیشتر واقع ہوا۔ سب کی حیثیت وہم وخیال سے زیادہ نہیں۔

اس لیے یہ متعین ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری واقعۂ فیل کے سال ہوئی کہ خود ارشاد نبوت ہے وُلِدْتُ عَامَ الْفِیْلِ۔ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔

اس تعیین کے بعد دوسرا اختلاف یہ ہے کہ واقعۂ فیل کے سال ہوئی تو اس کے کتنے دنوں کے بعد؟ اس سلسلہ میں بھی چار روایتیں ناچیز کو ملیں:

(۱) پچاس دن بعد (۲) پچپن دن بعد (۳) ایک مہینہ کے بعد (۴) چالیس دن کے بعد۔ لیکن پچاس دن والی روایت زیادہ مشہور ومقبول ہے۔ حاشیۂ اعلام النبوۃ میں سیرت ابن کثیر کے حوالے سے ہے: والمقصود انّ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولد عام الفیل علی قول الجمهور فقیل بعده بشهر و قیل باربعین یوما و قیل بخمسین یوما وهو اشهر وقیل بعده بعشر سنین وقیل بثلاثین سنة قیل بأربعین سنةً (اعلام النبوة -ص ۲۷۰)

اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ جمہور کے قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعۂ فیل کے سال پیدا ہوئے۔ اس کے بعد یہ روایات بھی ہیں (۱) واقعۂ فیل کے ایک مہینہ بعد (۲) چالیس دن بعد (۳) پچاس دن بعد۔ یہی زیادہ مشہور ہے (۴) دس سال بعد (۵) تیس سال بعد (۶) چالیس سال بعد۔

وذُكِرَ أن الفیل جاء مكّةَ فی المحرم و أنّهٗ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وُلد بعد مجی الفیل بخمسین یوما وهو الاكثر والا شهر-۵ (الروض الانف-۱/۱۸۴)

تاریخ میں یہی ذکر ہے کہ اصحاب فیل مکہ معظمہ میں ماہ محرم الحرام

میں داخل ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آمد کے پچاس دن بعد ظاہری دنیا میں تشریف لائے۔ یہی روایت زیادہ شہرت رکھتی ہے۔

سیدنا امام ابو جعفر کی ایک روایت پچپن دن سے متعلق بھی وارد ہے۔ شیخ الدلائل حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مدنی قدس سرہٗ اپنی مبارک تصنیف "الدُّرُّ المُنَظَّم فی مولِد النبی الاعظم" میں یہ روایت نقل کرتے ہیں:- اخرج ابن سعد وابن ابی الدنیا و ابن عساکر عن ابی جعفر محمد بن علی قال کان قدوم اصحاب الفیل للنصف من المحرم فبین الفیل و بین مولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمسۃ و خمسون لیلۃ (الدرالمنظم ص ۸۰)

حضرت ابن سعد، ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے اپنے اپنے طبقات میں حضرت امام جعفر صادق کے والد مکرم حضرت امام باقر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی یہ روایت (تخریج) ذکر کی کہ اصحاب فیل کی آمد ماہ محرم کے دوسرے عشرہ میں ہوئی تو واقعہ فیل اور ولادت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین پچپن دنوں کا فاصلہ تھا۔

تفسیر روح البیان میں ہے: قال فی فتح الرحمٰن کان ھذا عام مولد النبی علیہ السلام فی نصف المحرم و ولد علیہ السلام فی شھر ربیع الاول فبین الفیل و مولدہ الشریف خمس و خمسون لیلۃ وھی سنۃ ستۃ الاف ومائۃ و ثلاث وستین من ھبوط آدم علی حکم التواریخ الیونانیۃ المعتمدۃ عندالمورخین و بین قصۃ الفیل والھجرۃ الشریفۃ النبویۃ ثلاث و خمسون سنۃ (روح البیان-۱۰/۵۱۰)

تفسیر فتح الرحمٰن میں ہے کہ واقعۂ فیل ماہ محرم کے وسط میں نبی اکرم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کے سال ہوا اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول شریف کے مہینہ میں دنیا میں تشریف لائے تو واقعۂ فیل اور ولادت کے درمیان پچپن دنوں کا فاصلہ تھا۔ معتمد یونانی تاریخوں کے مطابق ولادت مبارکہ کے وقت سیدنا آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں تشریف لائے ہوئے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ سال ہو چکے تھے۔ واقعۂ فیل اور ہجرت نبویہ کے درمیان ترپن سالوں کا فاصلہ موجود ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے: حضرت سہیلی اس بات کے قائل ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعۂ فیل کے پچاس دن بعد دنیا میں تشریف لائے۔ واقعۂ فیل محرم الحرام میں اور ولادت مبارکہ ربیع الاول شریف میں ہوئی اور حضرت حافظ دمیاطی نے فرمایا کہ واقعۂ فیل کے پچپن دن بعد ولادت ہوئی۔ چالیس دن بعد اور ایک مہینہ بعد کی بھی روایتیں ہیں لیکن مشہور وہی قول ہے جسے حضرت سہیلی نے اختیار کیا۔

(روح المعانی-۳۰/۲۶۹)

مہینہ کون سا تھا؟ اس سلسلہ میں چھ روایتیں ہیں (۱) رجب (۲) صفر (۳) ربیع الآخر (۴) محرم (۵) رمضان (۶) اور ربیع الاول لیکن صحیح مشہور، معتبر اور قول جمہور ربیع الاول ہے اور باقی روایتیں ناقدین حدیث کے نزدیک سہو ہیں یا ان کے راویوں میں ضعیف اور مجروح راوی موجود ہیں۔

مشہور مصری محدث وفقیہ علامہ محمد زاہد الکوثری اپنے مقالات میں تحریر فرماتے ہیں: قد اتفق جمھرۃ النقلۃ علی ان مولدہ کان عام الفیل و انہ کان یوا لاثنین فان شھر مولدہ ھو شھر ربیع الاول -و ذکر شھر سواہٗ لمولدہ علیہ السلام لیس الا من قبیل سبق القلم عند النقاد (مقالات کوثری-ص ۴۰۵)

ناقدین حدیث کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولات مبارکہ واقعۂ فیل کے سال، پیر کے

دن، ربیع الاول شریف کے مہینے میں ہوئی۔ اور ربیع الاول شریف کے سوا کسی اور مہینہ میں ولادت مبارکہ کا تذکرہ محققین نقاد کے نزدیک سبقت قلم کے قبیل سے ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت کی تحقیق: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ رسالہ مبارکہ "نطق الھلال بارخ ولادۃ الحبیب والوصال" میں تحریر فرماتے ہیں: کیا مہینہ تھا؟ رجب، صفر، ربیع الآخر، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح ومشہور وقول جمہور ربیع الاول ہے۔ مدارج میں ہے: مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود۔ شرح الھمزیہ میں ہے: الاصح فی شھر ربیع الاول۔ مواہب میں ہے: وھو قول جمھور العلماء پھر کہا: فی ربیع الاول علیٰ الصحیح۔ شرح زرقانی میں ہے: قال ابن کثیر ھو المشھور عند الجمھور۔ اسی میں ہے وعلیہ العمل۔ علماء با آنکہ اقوال مذکورہ سے آگاہ تھے، محرم ورمضان ورجب کی نفی فرمائی۔ مواہب میں ہے لم یکن فی المحرم ولا فی رجب ولا رمضان شرح ام القریٰ میں ہے: لم یکن فی الأشھر المحرم أو رمضان۔ یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی وابن جزار نے اسی پر اجماع نقل کیا۔ نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے: اتفقوا علیٰ أنہ ولد یوم الاثنین فی شھر ربیع الاول۔ اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے کما للزّرقانی ثمّ عزاہ لابن الجزّار۔ پس اس کا انکار اگر ترجیحات علما و اختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر (فتاویٰ رضویہ-۱۲/۲۵)

الدرا لمنظم میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے ولادت، بعثت اور ہجرت تینوں کو ماہ ربیع الاول اور یوم دوشنبہ کے ساتھ خاص فرمایا۔ وہ لکھتے ہیں:

وَفی إنسان العیون وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما: ولد یوم الاثنین فی ربیع الاول و انزلت علیہ النبوۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول و ھاجر إلی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول۔ (الدرا لمنظم ص ۴۷)

سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینہ میں رونق آرائے بزم کائنات ہوئے اور اسی دن اور اسی مہینہ میں آپ کو نبوت بھی عطا کی گئی اور آپ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت بھی فرمائی۔

مشہور محدث ومصنف حضرت علامہ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ نے بھی اس پر اتفاق نقل فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں:

صحیح ومشہور جس پر امام بخاری قدس سرہٗ کے استاد محترم حضرت ابراھیم بن منذر قدس سرہٗ اور حضرت خلیفہ بن خیاط قدس سرہٗ اور دوسرے محدثین کرام نے اجماع نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔ ہاں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا آپ ربیع الاول کی دو تاریخ کو دنیا میں تشریف لائے یا آٹھ کو یا دس کو یا بارہ کو۔ یہ چار مشہور اقوال ہیں (جواہر البحار اردو-ص ۲۷)

اور شبلی بھی اس سے متفق ہیں-وہ لکھتے ہیں: تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ر سے لے کر ۱۲ر تک میں منحصر ہے۔

(سیرۃ النبی ص ۱۱۰-حاشیہ)

دن کون سا تھا؟ اس سلسلہ میں تقریباً اجماع ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن رونق آرائے بزم کائنات ہوئے۔ اس سلسلہ میں احادیث کریمہ بھی کثرت سے وارد ہیں۔ البتہ ایک نہایت ضعیف قول جمعہ کا ہے۔ حاشیۂ اعلام النبوۃ میں ہے: نہایت بعید بلکہ نہایت غلط ہے اس کا کہنا جس نے یہ کہا کہ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن سترہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (اعلام النبوۃ ص ۷۰)

پیر کی روایات میں حضرت سیدنا ابن عباس، سیدنا عکاشہ، سیدنا ابن خربوذ اور حضرت ابن اسحاق مطلبی رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی روایات ناچیز کی نگاہ سے گزریں جن سے دوشنبہ کی تعیین ہوتی ہے۔ "الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم" میں حضرت شیخ الدلائل نے یہ احادیث کریمہ ذکر فرمائی ہیں جو انہیں کے حوالے سے پیش کی جاتی ہیں۔

وروی احمد فی المسند عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھا قال: ولد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاثنین و استنبی یوم الاثنین و خرج مھاجراً من مکۃ إلی المدینۃ یوم الاثنین و دخل المدینۃ یوم الاثنین ورفع الھجر الاسود یوم الاثنین (شرح المواھب للزرقانی) رفیہ إرسال صحابی لانہ لم یدرک ذلک و کان فی الھجرۃ ابن ثلاث السنین (الدر المنظم ص ۴۴)

مسند امام احمد میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: مالک دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ پیر کے دن پیدا ہوئے، اسی دن میں نبوت عطا کی گئی، مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی، اسی دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اور اسی دن حجر اسود کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں نصب کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی کہ شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ پیر کے دن ربیع الاول شریف کے مہینے میں ہوئی۔ آپ کو نبوت کی ذمہ داری بھی پیر کے دن ربیع الاول میں عطا ہوئی اور آپ کی ہجرت مدینہ بھی پیر کے دن ربیع الاول شریف میں ہوئی۔ (ایضا-ص ۴۷)

حضرت امام مسلم سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہی عظیم اور مبارک دن ہے جس میں میری پیدائش ہوئی، مجھے نبوت کی ذمہ داری عطا کی گئی اور مجھ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔ (ایضا-ص ۶۶)

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی روایت بہت طویل ہے، جس میں ان کی بارگاہ رسالت سے شیفتگی اور محبت نبوی کی خوشبو رچی بسی ہے اور عقیدت نے ایک نیا انداز سیکھا ہے۔ اس کا آخری حصہ یہ ہے:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن دنیا میں تشریف لائے۔ پیر ہی کے دن نبوت کریمہ کی ذمہ داری عطا کی گئی اور پیر ہی کے دن وصال حق سے سرفراز ہوئے۔ (ایضا ص ۸۹)

اخرج الزبیر بن بکار وابن عساکر عن معروف بن خرّبوذ قال کان ابلیس یخرق السمٰوت السبع فلما ولد عیسیٰ حجب من ثلاث سمٰوت فکان یصل الیٰ اربع فلما ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُجِبَ من السبع قال ولد یوم الاثنین حین طلع الفجر

حضرت زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے حضرت معروف بن خربوذ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا: پہلے ابلیس لعین کی ساتوں آسمان تک رسائی تھی، جب سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا

میں تشریف لائے تو آپ کی برکت سے تین آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اب وہ صرف چار آسمان تک پہنچ پاتا تھا۔ لیکن جب رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افزائے بزم کائنات ہوئے تو ساتوں آسمان سے روک دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھیک طلوع فجر صادق کے وقت دنیا میں تشریف لائے۔

انہی روایاتی صراحتوں کے پیش نظر ائمہ اسلام نے دوشنبہ شریف کو یوم ولادت تسلیم کرنے پر اتفاق کیا ہے اور جمعہ کا قول یوں بھی رافضیوں کی جانب منسوب ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ولادت شریف کا دن کیا ہے؟ الجواب۔ بالاتفاق دوشنبہ صرح بہ العلامۃ ابن حجر فی افضل القریٰ۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن کو فرماتے ہیں: ذلك يومٌ وُلِدتُ فيه۔ میں اسی دن پیدا ہوا۔ رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتاویٰ رضویہ-۱۲/۲۵)

علامہ محمد ابو یوسف اسمٰعیل نبہانی قدس سرہٗ نے بھی اس پر اتفاق ذکر کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے جواہر البحار کا حوالہ گزرا۔ اور اپنی تصنیف عالی حجۃ اللہ علی العالمین میں بھی اس کی صراحت فرمائی ہے: مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبہ کو طلوع فجر کے وقت دنیا میں تشریف لائے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۲۷)

تاریخ کون سی تھی؟ مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں اتنی بات تو متعین ہوجاتی ہے کہ آقائے رحمت سرور کونین روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ واقعۂ فیل کے سال، ربیع الاول شریف کے مہینے میں دوشنبہ کے دن ہوئی۔ احادیث طیبہ، روایات سلف اور اقوال ائمہ کے مطابق یہی صحیح، درست اور محقق ہے۔ اس کے سوا باقی جو اقوال ہیں یا تو وہ سرے سے سہو وخطا ہیں یا ان کے راویانہ سلسلے میں شدید ضعف ہے۔ اب بحث صرف اس سے متعلق رہ جاتی ہے کہ وہ تاریخ عالم افروز کون سی تھی جس کی صبح نسیم رحمت نے ظلمتوں سے بھری پڑی اس دنیا کو شمع بزم ہدایت کی روشن، تاباں، سراپا نور کرنوں سے منور اور درخشاں کردیا جس سے افق تا افق جگمگا اٹھے؟ اس سلسلے میں بھی آٹھ اقوال ملتے ہیں: (۱) دو (۲) آٹھ (۳) دس (۴) بارہ (۵) سترہ (۶) اٹھارہ (۷) بائیس (۸) نو۔ لیکن ان میں اہم ترین بارہ اور آٹھ کے اقوال ہیں۔ اور آٹھ نو کے اقوال بعض حضرات کے نزدیک نتیجتاً ایک ہیں۔ جو آٹھ کہتے ہیں ان کا مقصود یہ ہے کہ آٹھ تاریخ کا دن گزار کر آنے والی صبح میں وہ نور مجسم جلوہ بار ہوا اور نو کے قائلین کا مطلب یہ ہے کہ نو کی ابتدائی صبح میں وہ نور سراپا اور رحمت تشریف لائے۔

نو تاریخ کی روایت کا مدار دراصل محمود پاشا فلکی مصری کی تحقیق پر ہے۔ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔ بعد کے مصنفین پاشا کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے نو کی روایت نقل کرتے چلے آئے۔ لیکن ماہرین فلکیات نے اس کی تحقیق دلائل کے ساتھ رد کردی ہے۔ اکثر محدثین آٹھ ربیع الاول کے قائل ہیں۔ اور فن زیج اور علم ہیئت کے اصول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جو فلکیات میں اپنے وقت کے امام تھے، ان کی تحقیق بھی نو تاریخ کی روایت کو رد کرتی ہے اور آٹھ والی روایت کی تائید۔ وہ فرماتے ہیں: وان كان اكثر المحدثين والمورخين على ثمان خلون وعليه اجمع اهل الزيجات و اختاره ابن حزم والحميدى و روى عن ابن عباس و جبير بن مطعم رضى الله تعالىٰ عنهم و بالاول صدر

مغلطائی و اعتمده الذهبی فی تذهیب الذهبی فی تذهیب التهذیب تبعا للمزی فی التهذیب وحکی المشهور بقیل۔ صحح الدمیاطی عشراخلت۔ **اقول**: وحنا سبنا فوجد ناغرة المحرم الوسطیة عام ولادته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم الخمیس فکانت غرة شهر الولادة الکریمة الوسطیة یوم الاحد والهلالیة یوم الاثنین فکان یوم الاثنین الثامن من الشهر ولذا احمع علیه اهل الزیج وبمجرد ملاحظة الغرة الوسطیة یظهر استحالة سائر الاقوال ما خلا الطرفین والعلم بالحق عند مقلب الملوین

(تحفہ حنفیہ، پٹنہ، جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ/ فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/ ۲۷)

تاریخ ولادت نبوی کے سلسلے میں اکثر محدثین اور مؤرخین آٹھ ربیع الاول کے قائل ہیں اور اہل زیجات اور ماہرین فلک کا تو ۸؍ کی روایت پر اجماع ہے۔ اسی روایت کو ابن حزم اندلسی، حمیدی نے اپنا مختار قول بتایا اور حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی تاریخ مروی ہے۔ پہلا قول (۲؍ربیع الاول) مغلطائی کا ہے اور امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں اسی روایت کو معتمد قرار دیا کیونکہ امام مزی نے تہذیب میں اسی روایت پر اعتماد فرمایا اور ۱۲؍ربیع الاول کی مشہور روایت کو لفظ قیل سے بیان کیا۔ امام دمیاطی نے ۱۰؍ربیع الاول کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

میں (امام احمد رضا) عرض کرتا ہوں: میں نے فن زیج کے اصول کی روشنی میں حساب لگایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سال ماہ محرم کا غرۂ وسطیہ جمعرات کے دن پڑتا ہے۔ اس طور سے ماہ ولادت مبارکہ ربیع الاول شریف کا غرۂ وسطیہ اتوار کے دن اور غرۂ ہلالیہ پیر کے دن پڑے گا۔ پس پیر کا دن ۸؍ربیع الاول کو واقع ہوگا۔

اسی لیے سارے اہل زیج اور فلکیات کے ماہرین کا ۸؍تاریخ کی روایت پر اتفاق ہے۔ اور اگر صرف غرۂ وسطیہ کا لحاظ کیا جائے تو یوم ولادت کے سلسلے میں فن زیج کی روشنی میں سوائے دو اور بارہ ربیع الاول کی روایت کے کوئی صحیح نہ ہوگی اور حقیقت حال کا علم اس ذات کریم کے پاس ہے جو شب و روز کو گردش دیتا ہے۔

لیکن ترجیح ۱۲؍تاریخ کی روایت ہی کو حاصل ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا؟ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ میں مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کما فی المواہب والمدارج" (فتاویٰ رضویہ۔۱۲/ ۲۶)

دو یا اٹھارہ اور بائیس تاریخ کی روایتیں نہایت ضعیف ہیں۔ سترہ کی روایت رافضیوں کی جانب منسوب ہے۔ اب رہ گئے تین اقوال (۱) آٹھ (۲) دس (۳) بارہ۔ دس تاریخ طبقات ابن سعد میں سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب ہے لیکن اس روایت میں تین ایسے راوی ہیں جن پر فنی اعتبار سے تنقید کی گئی ہے جیسا کہ علامہ زاہد الکوثری نے مقالات میں ذکر کیا ہے۔ اس لیے اس قول کا پہلو بھی کمزور نکلا۔ اب ساری گفتگو سمٹ کر ان دو اقوال میں آ گئی (۱) آٹھ (۲) بارہ

چنانچہ علامہ زاہد الکوثری مصری محدث و فقیہ متوفی ۱۳۷۱ھ لکھتے ہیں:

فیلوالاختلاف المتعدبه فی تعیین الیوم من شهر ربیع الاول هو عندا انقضاء الیوم الثانی ،ام العاشر،ام الثانی عشر فلا یعتدون بروایة تقدم مولده علیه السلام علی تلك الایام ولا

بروایۃ تاخرہ عنہا بعدم استناد ہما علیٰ شی یلتفت إلیہ - فدار البحث فی ترجیح الراجح من تلک الروایات الثلاث ...... و اما القول بان مولدہ فی الیوم العاشر من الشہر فقد عزاہ ابن سعد فی طبقات إلی محمد ن الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فی سندہ ثلاثۃ رجال متکلم فیہم ۔ (مقالات کوثری -ص ۴۰۵ اور ۴۰۷)

اب قابل ذکر اختلاف صرف ماہ ربیع الاول کا دن متعین کرنے کے سلسلہ میں دائر رہا کہ وہ ساعت ہمایوں ۲ ربیع الاول کا دن گزار کر آئی یا دس کو یا بارہ کو۔ لہٰذا دو ربیع الاول سے پہلے کی کوئی روایت معتبر رہی اور نہ ہی بارہ ربیع الاول کے بعد کا کوئی قول۔ اس لیے کہ ان تین روایتوں کے سوا مقدم یا مؤخر روایات میں کوئی قابل التفات سند اور بنیاد نہیں رکھتیں ۔ لہٰذا اب بحث ان تین ہی روایات کے درمیان گردش کرے گی کہ ان میں سے کون راجح ہے.......... دس ربیع الاول کے قول کو طبقات ابن سعد میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن اس روایت کی سند میں تین ایسے راوی ہیں جن کے بارے میں کلام ہے۔

نو تاریخ کے قائلین میں بھی بہت سے مورخین اور اصحاب سیرت شامل ہیں لیکن متاخر مورخین کی بنیاد مشہور مصری ماہر فلکیات علامہ محمود پاشا کی تحقیقات ہیں جو انھوں نے فن ریاضی اور توقیت و ہیئت کی روشنی میں پیش کی ہیں۔

شیخ محمد خضری بک کی نور الیقین، علامہ محمد زاہد الکوثری کے مقالات، سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین، شبلی کی سیرۃ النبی وغیرہ میں محمود پاشا کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ہی نو کی روایت مختار قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ شبلی لکھتے ہیں: تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت داں عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انھوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی ۔ (سیرۃ النبی ۱/ ۱۰۹)

لیکن آگے چل کر واضح ہوگا کہ بارہ ربیع الاول شریف کی تاریخ مبارک ہی کثیر صحیح روایات اور اکابرین اسلام کی عملی تائیدات سے راجح اور محقق ہے اور علامہ پاشا مصری کی تحقیقات جمہور کے پلیٹ فارم سے کیسے کھسک گئیں؟ اس کی بھی تفصیل آگے آئے گی۔

اب ناچیز جمہور کے اس موقف کو کہ بارہ ربیع الاول شریف کی تاریخ ہی راجح معتبر اور مستند روایات سے ثابت ہے، تین مرحلوں میں پیش کرتا ہے۔ پہلے مرحلے میں وہ روایات پیش ہوں گی جن سے صراحتاً یا اشارۃً اس موقف کا اثبات ہوتا ہے۔ دوسرے مرحلے میں ائمہ سیر کے اقوال اور انھیں کے ساتھ متاخرین کی تائیدات اور تیسرے مرحلے میں علامہ پاشا کی تحقیقات کا اجمالی جائزہ- واللہ الموفق

بارہویں شریف کی مؤید روایتیں: اس سلسلے میں چار اہم روایتیں ناچیز کے پیش نظر ہیں۔ سیدنا حضرت جابر بن عبداللہ اور سید المفسرین، حبر الأمۃ حضرت عبداللہ بن عباس جیسے جلیل الشان صحابہ کرام اور سید التابعین حضرت سعید بن مسیب اور امام المغازی حضرت محمد ابن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تصریحات یہی ہیں کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری بارہ ربیع الاول شریف کی جاں بخش اور ایمان نواز صبح نور کو ہوئی- ان روایات کے متن یہ ہیں۔

(۱-۲) حضرت امام ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ان سندوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں: عن عثمان عن سعید بن میناء عن جابر و ابن

عباس انہما قالا: ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شھر ربیع الاول وفیہ بعث وفیہ عرج بہ الی السماء و فیہ ھاجر و فیہ مات۔

سیدنا حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعۂ فیل کے سال پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول شریف کو دنیا میں تشریف لائے اور اسی دن تاریخ اور مہینہ میں آپ کو نبوت کی ذمہ داری عطا کی گئی، آپ معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے، ہجرت فرمائی اور وصال حق سے سرشار ہوئے۔

(۳) شیخ الدلائل حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے "الدر المنظم میں مولد النبی الاعظم" میں حضرت سید التابعین سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان لفظوں میں پیش کی ہے: وفی انسان العیون من سعید بن المسیب و لد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ابھار النہار ای وسطہ و کان ذلک لمضی ثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من ربیع الاول (الدر المنظم ص ۷۹)

(۴) سیرت ابن ہشام میں حضرت ابن اسحاق کی اس سلسلے میں یہ مشہور ترین روایت درج ہے: عن محمد بن اسحق المطلبی قال ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاثنین عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل (السیرۃ النبویۃ لابن ھشام-قاھرہ-۱/۱۷۵)

امام سیر و مغازی حضرت محمد بن اسحاق مطلبی نے فرمایا سید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول شریف کو واقعۂ فیل کے سال رونق آرائے بزم کائنات ہوئے۔

یہ چار روایتیں صراحتاً جمہور کے موقف کو ثابت کرتی ہیں۔ مزید ایک اور روایت سے ایک پہلو پر اشارۃً بھی اس مدعا کا ثبوت نکلتا ہے۔

(۵) امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ متوفی ۹۱۱ھ نے خصائص الکبریٰ میں اور شیخ الدلائل قدس سرہٗ نے الدر المنظم میں حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی کی یہ روایت ذکر کی ہے: اخرج ابن سعد و ابن ابی الدنیا و ابن عساکر عن ابی جعفر محمد بن علی قال کان قدوم اصحاب الفیل للنصف من المحرم فبین الفیل و بین مولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمسۃ و خمسون لیلۃ (الدر المنظم ص ۸۰)

ابن سعد، ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے اپنے اپنے طبقات میں حضرت امام جعفر صادق کے والد مکرم حضرت امام باقر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ روایت ذکر کی کہ اصحاب فیل کی آمد ماہ محرم کے وسط میں ہوئی اس طور سے واقعۂ فیل اور ولادت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان پچپن دنوں کا فاصلہ تھا۔

تفسیر روح البیان میں فتح الرحمٰن کے حوالے سے اس روایت کی تائید ملتی ہے۔ مفسر علام سورۂ فیل کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں: قال فی فتح الرحمن کان ھذا عام مولد النبی علیہ السلام فی نصف المحرم و ولد علیہ السلام فی شھر ربیع الاول فبین الفیل و مولدہ الشریف خمس و خمسون لیلۃ وھی سنۃ ستۃ آلاف و مائۃ و ثلاث و ستین من ھبوط آدم علیٰ حکم التواریخ الیونانیۃ المعتملۃ عند المورخین و بین قصۃ الفیل و الھجرۃ الشریفۃ النبویۃ ثلاث و خمسون سنۃ۔ (روح البیان-۱۰/۵۱۰)

تفسیر فتح الرحمٰن میں ہے کہ واقعۂ فیل ماہ محرم کے وسط میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سال ہوا اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربیع الاول شریف کے مہینہ میں تشریف لائے تو واقعہ فیل اور ولادت مبارکہ کے درمیان پچپن دنوں کا فاصلہ تھا۔ معتمد یونانی تاریخوں

کے مطابق ولادت مبارکہ کے وقت سیدنا آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں تشریف لائے ہوئے چھ ہزار ایک سو تریسٹھ سال ہو چکے تھے۔ واقعۂ فیل اور ہجرت نبویہ کے درمیان ترپن سالوں کا فاصلہ موجود ہے۔

صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی حافظ دمیاطی کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے جیسا کہ گزرا۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آقائے رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور واقعۂ فیل کے درمیان پچپن دنوں کا فاصلہ ہے۔ اب ان روایات سے تاریخ ولادت متعین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ واقعۂ فیل کس مہینہ اور کس تاریخ کو واقع ہوا؟

واقعۂ فیل کے تعین میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ فتح الرحمٰن اور روح البیان کی صراحت ابھی گزری کہ تاریخ کا یہ اہم ترین واقعہ ماہ محرم کے دوسرے عشرہ میں واقع ہوا۔ ضیاء القرآن میں قدرت کی بالادست قوتوں کے مظہر اس واقعہ کے رونما ہونے کی تاریخ سترہ محرم الحرام قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں یہ صراحت ہے کہ یہ عبرت انگیز واقعہ کس سال ظہور پذیر ہوا اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن صحیح قول وہ ہے جو ابن عباس اور دیگر محققین علماء سے منقول ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً پچاس دن پہلے یہ واقعہ رونما ہوا۔ عربی مہینہ کے ماہ محرم کی سترہ تاریخ تھی اور بارہ ربیع الاول کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افزائے بزم گیتی ہوئے۔ ارشاد نبوی ہے وُلِدتُ عام الفیل کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ (ضیاء القرآن-۵/۶۶۵)

اب اگر پچپن دن کی روایت کو اس روایت کے ساتھ ملا دیا جائے اور محرم و صفر دونوں مہینوں کو تیس دنوں کا مہینہ قرار دیا جائے تو تاریخ ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول ہی برآمد ہوتی ہے۔ کیونکہ محرم کے مہینہ میں سترہ کے بعد تیرہ دن باقی رہتے ہیں پھر پورا صفر کا مہینہ تیس دن کا تسلیم کیا جائے اور پھر اس میں ماہ ربیع الاول کے بارہ دنوں کا اضافہ کیا جائے تو پچپن دن ہاتھ آتے ہیں جو مذکورہ بالا روایتوں کے مطابق ہے۔ (۱۳+۳۰+۱۲=۵۵)

اور ایسا تو ہوتا رہتا ہے کہ دو ماہ مسلسل تیس دن کے ہوں۔ اس لیے محرم اور صفر کے مہینوں کو مسلسل تیس دنوں کا تسلیم کر کے اس روایت کو بارہ ربیع الاول کی روایت کی تائید سمجھنا کوئی مستبعد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: کئی کئی مہینے متواتر تیس کے ہو جاتے ہیں اور کئی کئی انتیس کے۔ اور علم ہیئت کی رو سے چار مہینے پے در پے ۳۰ کے ہو سکتے ہیں اور تین ۲۹ کے۔ کما ھو مصرح به في الزيجات القديمة والجديدة و شروحها و أجابوه على التجربة والا ستقرا و منهم من تكلف بيانه بالا ستد لال ولم يتم۔ شریعت مطہرہ میں ہیئت والوں کی اس تجدید استقرائی کا بھی اعتبار نہیں۔ ثبوت شرعی سے اگر چار مہینے لگاتار ۲۹ کے ثابت ہوں تو مانے جائیں گے اور مثلاً چھ مہینے متواتر روز ہلال ابر رہے اور ثبوت نہ ہو تو سب مہینے تیس کے لیے جائیں گے لان الثابت لا يزول بالشك (فتاویٰ رضویہ قدیم-۴/۵۳۵)

اصحاب سیرت اور ائمۂ فن کے تائیدی اقوال: احادیث طیبہ کے اسی تسلسل کی بنیاد پر اکثر ارباب سیر و مغازی اور ائمۂ فن نے ۱۲ربیع الاول کی تاریخی روایت کو ترجیح دی بلکہ سیر و مغازی کی تدوین کا سہرا جن اصحاب فن کے سر جاتا ہے ان کی اولین تصانیف میں ۱۲ربیع الاول کی تاریخ ہی درج ہے۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ متوفی ۱۴۱ھ، حضرت ابن

شہاب زہری متوفی ۱۲۴ھ ،حضرت محمد ابن اسحاق مطلبی متوفی ۱۵۱ھ ، حضرت ابن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ ،حضرت ابن ہشام عبدالملک متوفی ۲۱۳ھ حضرت محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اور مشہور مورخ و محدث حضرت ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ قدست اسرارہم نے اپنی اپنی تصانیف میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری عام الفیل ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ہی ذکر کی ہے جو مستند روایات کی روشنی میں ثابت شدہ ہے۔ یہ پیش رو مصنفین اور ان کی تصانیف ،ثقاہت اور روایت کی اولیت کا وہ شرف رکھتے ہیں کہ بعد کے سارے مصنفین سیرت ان کے خوشہ چیں ہیں۔ اس لیے ان کی صراحتیں مکمل طور سے قابل اعتنا ہیں۔

اب اقوال و روایات کا وہ تسلسل دیکھیے جن میں مصنفین سیرت نے ۱۲ر ربیع الاول کی تاریخ کو مختار اور صحیح ماننے کی صراحت کی ہے۔

(۱) امام المغازی محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ فرماتے ہیں: ولد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول عام الفيل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو جلوہ افروز ہوئے۔

(۲) سیرت ومغازی کے امام حضرت علامہ ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ اپنی کتاب سیرت نبویہ میں امام ابن اسحاق کی یہی روایت نقل کرتے ہوئے برقرار رکھتے ہیں (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱/۱۷۵)

(۳) حضرت امام علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ھ تاریخ وسیرت کے اہل تحقیق اور عالم اسلام کی مشہور شخصیت ہیں۔ اپنی مستند تصنیف اعلام النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں جو متاخرین کا ماخذ ہے:

لِأَنَّهُ ولد بعد خمسين يوما من الفيل و بعد موت أبيه في يوم الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول (اعلام النبوۃ-ص ۲۷۰)

واقعۂ فیل کے پچاس روز بعد اور اپنے والد مکرم کے وصال پانے کے بعد آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(۴) مشہور مفسر اور محقق مورخ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے فرمایا:

ولد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين عام الفيل لاثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول (طبری-۲/۱۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔

(۵) مشہور مفسر، محدث اور مورخ علامہ ابوالفداء اسمعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے فرمایا: ولد صلوات الله عليه وسلامه يوم الاثنين لما رواه مسلم في صحيحه من حديث غيلان بن جرير عن ابى قتادة ان اعرابيا قال يا رسول الله! صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ما تقول في صوم يوم الاثنين فقال ذاك يوم ولدت فيه وانزل على فيه۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز پیر ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں غیلان بن جریر کے واسطہ سے ابوقتادہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

پھر آپ نے حضرت ابن اسحٰق کے قول کو مختار قرار دیا اور اس پر حضرت جابر و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث پاک کو بطور شہادت پیش کیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر جلد اول)

(۶) فلسفۂ تاریخ کے عظیم محقق علامہ ابن خلدون متوفی ۱۴۰۶ء لکھتے ہیں: ثم ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل لاثنتى

عشرة ليلة خلت من ربيع الاول لأربعين سنة من ملك كسرىٰ نوشيروان۔ (تاریخ ابن خلدون ۱/۱۰۷) ملک کسریٰ نوشیرواں کے چالیسویں سال عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(۷) مشہور محدث و امام ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ اپنی کتاب الوفاء میں تحریر فرماتے ہیں: ولد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لعشر خلون من ربيع الاول عام الفيل و قيل ليلتين خلتا منه -قال ابن اسحاق ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين عام الفيل لاثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول۔ (الوفا لابن الجوزی)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن دس ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا گیا کہ ربیع الاول کی دو تاریخ تھی۔ امام ابن اسحاق نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو پیدا ہوئے۔ لیکن ان تین اقوال میں سے بارہ کے قول کو اپنی دوسری تصنیف میلاد النبی میں راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ اپنی تصنیف جان جاناں میں لکھتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے ولادت باسعادت کی تاریخ کے سلسلے میں تین مختلف اقوال نقل کیے ہیں (۱) ۱۲ ربیع الاول (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۲) ۸ ربیع الاول (حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، (۳) ۲ ربیع الاول (حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ) - یہ اقوال نقل کر کے فرمایا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (ابن جوزی میلاد النبی ص ۳۱) (جان جاناں ص ۱۷۶)

(۸) شارح بخاری امام احمد بن محمد ابوبکر بن عبدالملک بن احمد قسطلانی مصری شافعی متوفی ۹۳۳ھ مواہب لدنیہ میں اور اس کے شارح علامہ محمد اسماعیل نبہانی انوار محمدیہ میں رقم طراز ہیں: قد اختلف فى عام ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والاكثرون انه ولد عام الفيل بخمسين يوما وانه فى شهر ربيع الاول يوم الاثنين لثنتى عشرة خلت منه عند طلوع الفجر (الانوار المحمدیہ عن المواہب اللدنیہ ص ۲۷-ترکی)

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سال ولادت میں اختلاف ہے لیکن اکثر اس پر متفق ہیں کہ آپ واقعۂ فیل کے سال اس کے پچاس دن بعد دنیا میں تشریف لائے۔ طلوع فجر صادق کا وقت تھا، پیر کا دن اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ۔

(۹) علامہ جعفر بن حسین برزنجی علیہ الرحمہ اپنی مقبول ترین تصنیف مبارک مولود برزنجی میں لکھتے ہیں: واختلف فى عام ولادته و فى شهرها و يومها على اقوال العلماء المروية، والراجح انها قبل فجر الاثنين ثانى عشر ربيع الاول من عام الفيل الذى صده الله تعالىٰ عن الحرام۔ (مولود برزنجی ص ۴۷)

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سال مہینہ اور دن تینوں پر علمائے کرام کی روایات مختلف ہیں لیکن راجح یہی ہے کہ آفتاب رسالت کا طلوع، طلوع فجر سے ذرا پہلے پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو واقعۂ فیل کے سال ہوا۔

(۱۰) مشہور محدث فقیہ و مصنف حضرت امام علامہ محمد ابو یوسف ابن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ اپنی عظیم اور ضخیم تصنیف سیرت حجۃ اللہ علی العالمین میں حضرت امام ماوردی شافعی علیہ الرحمہ کے قول کو نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: وقال الحافظ ابن رجب الحنبلى فى كتابه "لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف"

المشهور الذی علیه الجمهور انه صلی الله علیه وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وهو قول ابن اسحاق وغیره۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۳۰) حافظ الحدیث ابن رجب حنبلی اپنی کتاب ''لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف'' میں فرماتے ہیں مشہور روایت جس پر جمہور امت ہے، یہ ہے کہ مدنی تاجدار رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو دنیا میں تشریف لائے۔یہی قول ابن اسحاق وغیرہ کا ہے۔

(۱۱) حضرت شیخ مرزوقی اپنی تصنیف منظومۂ عقیدۃ العوام اور حضرت سید علوی مالکی اس کی شرح جلاء الافہام میں لکھتے ہیں: ولد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بمکۃ الامینۃ وکان ذلك صبیحۃ یوم الاثنین ثانی عشرربیع الاول الموافق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء وهو موافق عام الفیل۔ (جلاء الافہام، ص ۵۷، مکہ مکرمہ) جائے امان مکہ معظمہ میں آقائے دوعالم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کریمہ پیر کی صبح بارہ ربیع الاول کو ہوئی جو واقعۂ فیل کا سال تھا اور عیسوی تاریخ ۲۰ / اپریل ۵۷۱ء تھی۔

(۱۲) حضرت شیخ محمد بن محمد الغز رحمہ اللہ اپنے رسالہ مولد میں تحریر فرماتے ہیں۔

و ثان عشر من ربیع اول
فی یوم الاثنین المفخم ذی الجدا
و بعام فیل صح ذاك كما اتیٰ
وروی الثقات به الحدیث معضدا

(مجموعۂ مولد النبی للبرزنجی والدبیع والعرب ص ۶۷-۶۸-مصر)

ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو پیر جیسے انعامات خداوندی والے باعظمت دن میں واقعۂ فیل کے سال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔یہی صحیح ہے جیسا کہ روایتوں میں آیا ہے اور اس سلسلے میں ثقہ راویوں نے مستحکم حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۱۳) اب کچھ جدید محققین عرب کی تصریحات دیکھئے۔

علامہ محمد الصادق ابراہیم عرجون ازہری لکھتے ہیں: وقد صحّ عن طرق کثیرۃ انّ محمدا علیه السلام ولد یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من شهر ربیع الاول عام الفیل من زمن کسریٰ نوشیروان وبقول اصحاب التوفیقات التاریخیۃ ان ذلك الموافق المكمل للعشرين من شهر اغسطس سنة ۵۷۰ بعد میلاد المسیح علیه السلام۔ (محمد رسول اللہ ۲/۱۹، مصر)

یہ بات کئی صحیح ذرائع سے ثابت ہوچکی ہے کہ بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل کو نوشیرواں کے عہد میں پیدا ہوئے۔اہل تطبیق علماء کے قول کے مطابق یہی تاریخ ۲۰ / اگست ۵۷۰ عیسوی کے موافق بنتی ہے۔

(۱۴) مشہور مصری محقق علامہ محمد رضا لکھتے ہیں: ولد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی فجریوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃً مضت من ربیع الاول عشرین اغسطس ۵۷۰ واهل مکۃ یزورون موضع مولده فی هذا الوقت (محمد رسول اللہ-جلد اول-مصر)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوقت فجر بروز پیر بارہ ربیع الاول مطابق ۲۰ / اگست ۵۷۰ عیسوی کو پیدا ہوئے اور اہل مکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام ولادت کی زیارت کے لیے اسی تاریخ کو جایا کرتے تھے۔

(۱۵) ماضی قریب کے مشہور مصری مؤرخ ومصنف علامہ ابوزہرہ اپنی تصنیف خاتم النبین میں لکھتے ہیں: الجمهرۃ العظمی من علماء

الروایة علی ان مولده علیه الصلوٰة والسلام فی ربیع الاول من عام الفیل فی لیلة الثانی عشر منه و قد وافق میلاده بالسنة الشمسیة نیسان اغسطس۔ (معمولات اہل سنت ص ۱۱۷)

علمائے روایت کی بڑی کثرت اس بات پر ہے کہ آپ کا یوم میلاد عام الفیل کو بارہ ربیع الاول ہے اور آپ کا یوم میلاد سن شمسی نیسان اگست کے موافق ہے۔ مزید فرمایا کہ جمہور علماء نے اسی روایت پر انحصار کیا ہے۔ دوسری سب تاریخیں عقل کے سہارے پر مبنی ہیں اور روایات مشہور نہ بھی ہوں تو بھی ان کے مقابلہ میں عقل کو ترجیح نہیں ہوتی بلکہ روایت کو عقل پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۱۶) ابھی چند سالوں پہلے مشہور وہابی تنظیم رابطۂ عالم اسلامی کے زیر اہتمام سیرت کے موضوع پر تصنیفی مقابلہ ہوا تھا، جس میں پہلا انعام غیر مقلد عالم صفی الرحمٰن مبارک پوری کی الرحیق المختوم کو ملا۔ اسی مقابلہ میں شامل پانچویں انعام کی مستحق تصنیف سیرۃ نبی الھدیٰ والرحمۃ میں اس کے مصنف الاستاذ عبدالسلام ہاشم الحافظ لکھتے ہیں: فی عام الفیل وبمکّة المکرمة وقد مضت اربعون سنة علی بدایة حکم کسریٰ انوشیروان لبلاد فارس و فی یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول الموافق للعشرین من شهر اغسطس سنة ۵۷۱ للمیلاد ولد أکمل خلق الله سیدنا و حبیبنا محمد علیه افضل الصلوٰة والسلام من الصّلب الظاهر۔ (سیرۃ نبی الھدیٰ والرحمۃ ص ۵۱- مکہ مکرمہ)

واقعۂ فیل کے سال مکہ مکرمہ میں پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو مخلوقات الٰہیہ میں سب سے کامل ذات گرامی ہمارے آقا، ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلب طاہر سے پیدا ہوئے۔ اس وقت ملک فارس کے کسریٰ نوشیرواں کی سلطنت کے آغاز کو چالیس سال گزر چکے تھے اور عیسوی تاریخ ۲۰/اگست ۵۷۱ء تھی۔

ان کے علاوہ متقدمین سے شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی، امام غزالی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اقوال کا حوالہ ان کی تصانیف کے حوالے سے معمولات اہل سنت میں مذکور ہے جن سے بارہ تاریخ کی تائید ظاہر ہے۔

اب اردو مصنفین سیرت کی کچھ صراحتیں ملاحظہ کیجئے:

(۱۷) مجاہد جنگ آزادی، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۷۹ھ مخالفین کے بھی معتمد ہیں اپنی مقبول عام تصنیف سیرت، تواریخ حبیب الٰہ میں لکھتے ہیں: بارہویں تاریخ ربیع الاول کی اسی سال میں جس میں قصہ اصحاب فیل واقع ہوا تھا بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور سارا عالم آپ کے نور سے روشن ہوا اور بہت سے عجائب و خوارق اس رات میں ظہور میں آئے۔ (تواریخ حبیب الٰہ- ص ۱۳)

(۱۸) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ متوفی ۱۳۴۰ھ تحریر فرماتے ہیں: اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ میں مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ کما فی المواهب والمدارج ...... علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں۔ المشهور انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وهو قول محمد بن اسحاق امام المغازی وغیرہ۔ شرح مواہب میں ابن کثیر سے ہے: هو المشهور عند الجمهور۔ اسی میں ہے هو الذی علیه العمل- شرح الھمزیہ میں ہے۔ هو المشهور و علیه العمل۔ اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی۔ (فتاویٰ رضویہ- ۲۶/۱۲)

اس وقت شمسی تاریخ بستم اپریل ۵۷۱ء تھی (ایضا-۱۲/۲۷)

(۱۹) غلام امام شہید اپنے مولد شریف میں لکھتے ہیں: بارہویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس برس سے زمانہ آدم علیہ السلام سے۔ (انوار ساطعہ ص ۱۹۱)

(۲۰) علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مدارج النبوۃ (۲/۱۴) کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے مگر قول مشہور یہی ہے کہ واقعۂ اصحاب فیل سے پچپن دن کے بعد ۱۲/ربیع الاول مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا بھی اسی پر عمل درآمد ہے کہ وہ لوگ بارہویں ربیع الاول ہی کو کاشانۂ نبوت کی زیارت کو جاتے ہیں اور وہاں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص ۵۸)

ان حضرات کے علاوہ مشہور فاضل ڈاکٹر محمد عبیدہ یمانی نے اپنی کتاب "علموا اولاد کم محبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" ص ۹۹ میں مصر کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے حیات محمد میں، مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں نے الشمامۃ العنبریہ میں، اور نئے مکتب فکر کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے سیرت سرور عالم میں بارہ ربیع الاول کی روایت کو ہی ترجیح دی ہے۔ بلکہ مشہور محقق اور بزرگ فاضل ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ نے اپنی کتاب "جان جاناں" میں تو ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب سے بھی اس روایت کی تائید پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھاگوت پران اٹھا کر دیکھئے۔ اس میں لکھا ہے: وہ مظہر حق ۱۲/ربیع الاول بروز پیر پیدا ہوگا امن والے شہر میں ایک سردار کے یہاں جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔

(بھاگوت پران-اسکند ۱۲-باب ۲-شلوک ۱۸) (جان جاناں ص ۱۴۴)

روایات کا یہ تسلسل اور یہ صف در صف تصریحات جمہور کے مضبوط موقف کو ثابت کرنے کے لیے کافی سے زائد ہیں۔ اب ذرا ایک نگاہ تحقیق پاشا پر بھی ڈالتے چلیں۔

محمود پاشا فلکی کے قول کا تنقیدی جائزہ: ۱۰ھ میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاہزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پرملال ہوا۔ اس حادثۂ جانکاہ کے غم میں جہاں دلوں کی دنیا غموں کی تاریکیوں میں ڈوب گئی، وہیں یہ رونقوں سے لبریز ہری بھری کائنات بھی ظلمتوں میں نہا گئی۔ سورج گہن بہت گہرا تھا۔ ماہ شوال میں جس وقت یہ حادثہ ہوا، اس وقت آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ اسی تاریخی واقعہ کی روشنی میں مصر کے مشہور ہیئت داں علامہ محمود پاشا نے علوم فلکیات اور زیج وتوقیت کی روشنی میں آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت مسعودہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ یہ تعین متعین ہی ہے یا اس میں جمہور کے موقف کی تائید بھی نکل سکتی ہے۔ لیکن اس کی وضاحت کے لیے چند بنیادی مقدمات کی تشریح ضروری ہے تاکہ یہ خالص علمی باتیں متوسط ذہنوں سے بھی کچھ قریب ہوجائیں۔

روایتوں کے اختلاف کا سبب: یہ سارے روایاتی اختلافات اس بنیاد پر ہیں کہ اصحاب فیل کے عبرت انگیز واقعہ کا سال متعین نہیں، یونہی اس کی تاریخ بھی۔ گو مختلف اقوال میں ۱۷/محرم الحرام محققین کے نزدیک راجح ہے۔ اس تعین کے فقدان کا سبب یہ ہے کہ اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ وہ کسی اہم واقعہ کو بنیاد بنا کر دنوں اور سالوں کا تخمینہ لگایا کرتے تھے جیسا کہ تاریخ طبری میں سیدنا امام زہری اور امام شعبی کی یہ

روایت درج ہے: خانہ کعبہ کی تعمیر سے پیشتر عرب، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ سے تاریخ کا حساب کرتے تھے۔ پھر جب سیدنا اسمٰعیل اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں کعبہ مقدسہ کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی تو تعمیر کعبہ سے تاریخ کا حساب کرنے لگے۔ البتہ جب یہ عرب ادھر ادھر منتشر ہونے لگے تو جو قبیلہ تہامہ سے باہر ہو جاتا تھا وہ اپنی اس علیحدگی سے تاریخ کا حساب کرتا تھا اور بنی اسماعیل میں سے جو لوگ تہامہ میں رہ جاتے تھے وہ سعد، ہند اور جہینہ بنی زید کے تہامہ سے خروج کے دن سے تاریخ کا حساب لگاتے۔ یہ طریقہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد کرام میں سے حضرت کعب بن لوئی کی وفات تک جاری رہا۔ اس کے بعد پھر بنی اسماعیل نے واقعہ فیل تک کعب کی موت سے تاریخ متعین کی اور واقعۂ فیل کے بعد اسی سے تاریخ کا شمار ہونے لگا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک یہی طریقہ رائج رہا۔ پھر آپ نے ۱۷ھ میں واقعۂ ہجرت سے تاریخ کی باضابطہ تعیین فرمائی جو قمری مہینوں کے حساب سے ہوتی ہے۔ طبری کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہجری سال کی تعیین اور ترویج سے پیشتر سالوں کا حساب محض واقعات کے سہارے ہوتا تھا جو مختلف حافظوں کے اختلافات سے ظن وتخمین اور بے یقینی کا شکار ہوتا رہتا تھا۔

سال اور مہینوں کی بے ترتیبی: پھر سال کے مہینوں کی ترتیب میں بھی باضابطگی نہیں تھی۔ عرب جس موسم میں اپنے مفادات زیادہ دیکھتے اس سے پر تقدس مہینوں کو ٹال دیتے تاکہ انھیں اس کے تقدس کی رعایت اور احکام خداوندی کی پاسداری میں اپنا کاروبار زندگی نہ چھوڑنا پڑے اور اپنے مفادات سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ اسی لیے ذی الحجہ جو حج کا مہینہ ہے، ہر مہینہ میں گردش کر جاتا۔ قرآن حکیم اور احادیث طیبہ میں بھی عرب کی اس بے ضابطگی کی تصریح موجود ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: ''مہینے زمانہ جاہلیت میں معین نہ تھے۔ اہل عرب ہمیشہ شہر حرم کی تقدیم وتاخیر کر لیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ إِنَّمَا النسئی زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَاماً وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عاماً لِيُوا طِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (توبہ-۳۷) (ترجمہ: ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا۔ اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں۔ ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائی) یہاں تک کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہا نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینہ واقع میں ذیقعدہ تھا۔ سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا: إِنَّ الزَّمَانَ قَد اِستدار كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الأَرض۔ الحديث رواه الشيخان۔ یعنی زمانہ دورہ کر کے اسی حالت پر آ گیا جس پر روز تخلیق زمین وآسمان تھا۔

(فتاویٰ رضویہ-۱۲/۲۵)

شمسی اور قمری سال کا فرق: عیسوی سال شمسی ہوتا ہے اور ہجری سال قمری۔ چونکہ عیسوی سال کی بنیاد گردش آفتاب پر ہے اور اسلامی سال کی بنا گردش قمر پر، اسی لیے انھیں شمسی اور قمری کہتے ہیں۔ شمسی سال، قمری سال سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ شمسی سال میں تین سو پینسٹھ دن تقریباً پونے چھ گھنٹے ہوتے ہیں اور قمری سال تین سو چون یا پچپن دن کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ-۴/۵۱۸)

اس طور سے شمسی سال، قمری سے تقریباً گیارہ دن بڑا ہوتا ہے۔

اسی لیے دائمی تقویم پاکستان کے مرتب کے مطابق شمسی سال کا بتیس مہینہ، قمری سال کے تینتیس مہینہ کے برابر ہوتا ہے۔ غیاث اللغات میں اس فرق کی بہت واضح تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ فاضل مصنف لکھتے ہیں: پس بمقابلۂ تعداد ایام ہر دو تاریخ در مدت دو سال و ہشت ماہ و شانزدہ روز و چہار گھڑی زیادت یک ماہ در شہور قمری پیدا گشت چرا کہ سال شمسی سہ صد و شصت و پنج روز و ربع روز باشد و سال قمری سہ صد و پنجاہ و چہار روز و بست و دو گھڑی باشد و دریں جا مراد از روز مجموع روز و شب است کہ شصت گھڑی باشد۔ پس ازینجا دریافت شد کہ سال قمری کوتاہ باشد از سال شمسی بدہ روز و پنجاہ و سہ گھڑی و نہ پل۔ و سال شمسی دراز باشد از سال قمری بہفت گھڑی کم یازدہ روز تقریبی۔

(غیاث اللغات ص ۵۲۰ تحقیق لفظ فصل)

ہجری تقویم سے پہلے شمسی نظام تقویم ہی رائج تھا۔ اہل عرب قمری سال کو شمسی سال سے مطابق رکھنے کے واسطے ہر تین سال میں ایک مہینہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ ان تفصیلی مقدمات سے یہ بات واضح اور متعین ہوگئی کہ ولادت اقدس کے زمانہ میں ایسا باضابطہ تقویمی نظام رائج نہیں تھا جس سے کسی چیز کے بارے میں شمسی اور قمری نظام توقیت کی روشنی میں کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکے۔ مصری فاضل محمود پاشا نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ، سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم وصال سے ۶۳ سال قبل یعنی ۵۳ ر ہجری قبل مان کر قمری سال کی مطابقت سے تاریخ کی تخریج کی ہے۔ حالانکہ ہجرت سے قبل ۵۳ ر شمسی سال کی مطابقت قمری سال سے لی جائے تو کم و بیش ایک ڈیڑھ سال کا اضافہ ہوگا کیونکہ یہ ۵۳ ر سال عرب میں رائج تقویم کے مطابق ہیں جو شمسی نظام سے چلتا تھا، نہ کہ ہجری تقویم کے مطابق جو قمری مہینوں سے چلتے ہیں اور مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات خوب واضح ہے کہ شمسی سال قمری سے بڑا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر اس مدت کا حساب قمری سال کے اعتبار سے لگایا جائے تو یہ تخمینہ ضرور اس سے زائد ہوگا۔ اس لیے بجائے ۵۳ سال قبل ہجرت کے ۵۴ ر سال قبل ہجرت فرض کر کے قمری مہینوں سے حساب لگایا جائے تو ایک صورت میں جمہور کے قول کے مطابق دوشنبہ کا دن ۱۲ یا ۱۳ ر ربیع الاول کو مل جاتا ہے۔ وہ کیسے؟ اس کی تفصیل جناب شہاب الدین صاحب کانپوری سے سنیے۔ وہ اپنے مضمون ''تاریخ ولادت کا تحقیقی جائزہ'' میں لکھتے ہیں:

چونکہ ۵۴ ہجری قبل کا سال عالمی تقویم کے مطابق شنبہ (سنیچر) سے شروع ہوتا ہے، اس لیے اس تقویم کے مطابق ۱۳ ر ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن آتا ہے جیسا کہ حضور کی ولادت مکۃ المکرمہ کی مقامی رویت ہلال کے مطابق ہے۔ اس لیے عالمی قمری تقویم کی تاریخ میں ایک دن کا تفاوت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ چاند کی تاریخ ایک مقام سے دوسرے مقام کی تاریخ سے ایک آدھ دن آگے پیچھے ہو سکتی ہے۔ تاہم عالمی ہجری تقویم جس کا ۵۴ ر ہجری قبل کا سال یکشنبہ (اتوار) سے شروع ہوتا ہے، اگر محرم اور صفر کے مہینے ۳۰، ۳۰ ر دنوں کے لیے مان لیے جائیں (تقویم میں محرم ۳۰ ر دن کا اور صفر ۲۹ ر دن کا مانا گیا ہے) تو اس صورت میں ۱۲ ر ربیع الاول دوشنبہ کو ہی آتا ہے۔ اس طرح اس تاریخ کے بارے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ یقینی طور پر مقامی رویت ہلال کے مطابق ۱۲ ر ربیع الاول ۵۴ ر ہجری قبل میں بروز دوشنبہ کو ہی پڑا ہوگا جو مطابق ۵۷۰ء کے ہوتا ہے اس طرح سے اگر حضور کی ولادت ۵۴ ر ہجری قبل ۵۷۰ء مان لی جائے تو حضور کی

وفات شمسی سال کے مطابق ۶۳ رویں سال میں اور قمری سال کے مطابق پورے ۶۴ رسال میں ہوتی ہے۔ محمود پاشا فلکی نے حضور کی ولادت کا سال ۵۳ ھ ہجری قبل کا تعین کیا ہے۔ یہ سال عالمی قمری (ہجری) تقویم کے مطابق جمعہ کے دن سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح سے دوشنبہ کا دن ۸ ربیع الاول کو آتا ہے۔ پھر بھی اگر محرم اور صفر کے مہینوں کو ۲۹/۲۹ ردن کا مان لیا جائے تو ۹ ربیع الاول دوشنبہ ۵۳ ہجری قبل میں آ سکتا ہے جو مطابق ۵۷۱ء کے ہوتا ہے۔ اسی طرح سے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضور کی ولادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ کو ہی ہوئی ہے تو محمود پاشا نے جو ۹ ربیع الاول ۵۳ ہجری قبل مطابق ۵۷۱ء کا تعین کیا ہے، وہ ہجری تقویم کے مطابق درست ہے۔ لیکن جہاں تک سوال ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ۹ ربیع الاول کو متولد ہونے کا تو اس سلسلہ میں قرون اولیٰ کے اہل سیر اور مورخین کی کوئی مستند روایت نہیں ملتی ہے جب کہ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ کے بارے میں مستند اور صحیح روایات موجود ہیں اور اس پر محدثین وعلمائے کرام کا اتفاق بھی ہے۔

(ماہنامہ دار العلوم دیوبند-نومبر ۱۹۹۰ء ص ۲۸-۲۹)

اس اقتباس سے جہاں علامہ محمود پاشا کے استدلال سے ذراہٹ کر ۱۲ ربیع الاول کی تائید کا پہلو نکلتا ہے، وہیں مخالفین کے حلقہ سے ایک ایسی تحریر بھی سامنے آتی ہے جو جمہور اہل سنت کے موقف کی تائید کرتی ہے ۔ورنہ ناچیز کے نزدیک نہ علامہ پاشا کا استدلال اتنا اہم ہے اور نہ دار العلوم دیوبند کی یہ تردید۔ ہاں اس حلقہ کے لیے ضرور لمحۂ فکریہ ہے جو علامہ پاشا کی تحقیقات پر یقین کی حد تک اعتماد رکھتے ہیں اور ان کے تعین کو حتمی فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ ہمارے لیے تو موقفِ جمہور کے استحکام اور ترجیح کے لیے احادیث طیبہ، ائمہ سلف کا عہد بہ عہد اسی تاریخ کا مختار اور راجح بتانا اور مسلمانوں کا تعامل کافی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: ”اور شک نہیں کہ تلقی امت با لقبول کے لیے شان عظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس عید الفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عید الاضحیٰ اس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں۔ رواہ الترمذی عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح لاجرم عید میلا دوالا بھی کہ عید اکبر ہے، قول وعمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے۔ فالا وفق العمل ما علیه العمل" (فتاویٰ رضویہ-۱۲/۲۶-۲۷)

بلکہ اصول حدیث کا یہ مسلم ضابطہ ہے کہ جس روایت کو جمہور امت نے قبول کر لیا مختلف روایات کے درمیان اسے ہی ترجیح ہوگی۔ چنانچہ ملک العلماء علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں: الحدیث الضعیف یکون قویا بعمل اهل العلم قال الملا علی القاری فی المرقاة اول الفصل الثانی من باب ما علی الماموم من المتابعة رواه الترمذی و قال غریب والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم قال النووی واسناده ضعیف نقله غیرك فكان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم ......وقال الامام السیوطی فی التعقبات باب الصلاة تحت حدیث صلوٰة التسبیح نقلا عن الامام البیهقی: "تد اولها الصالحون بعضهم من بعض وفی ذلك تقویة للحدیث المرفوع ......وقد صرح غیرواحدبان من دلیل صحة الحدیث قول أهل العلم به و إن لم یكن له إسناد یعتمد علیٰ مثله اه۔هذه اقوال العلماء فی احادیث الاحكام فما ظنك بأحادیث الفضائل۔ (صحیح البہاری ص ۶-۷)

حدیث ضعیف پر علما اور محدثین نے اگر عمل کرلیا تو وہ قوی ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ شرح مرقات باب "ما علی الماموم من المتابعۃ" کی فصل ثانی کی پہلی حدیث کے بارے میں ملا علی قاری فرماتے ہیں: امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن علما کا عمل اسی پر ہے۔ حضرت امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے جسے...... نقل کیا۔ امام ترمذی نے جو یہ فرمایا کہ علما کا اس حدیث پر عمل ہے، اس بات سے وہ اس حدیث کی تقویت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ امام سیوطی اپنی کتاب تعقبات باب الصلوٰۃ میں صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کے تحت امام بیہقی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس روایت کو صالحین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک دوسرے سے اس کی روایتیں سنیں۔ صلحا کے اس طرز عمل سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے...... بے شمار محدثین نے فرمایا ہے کہ اگر علما اور محدثین کسی حدیث کے قائل ہوں تو یہ اس حدیث کی صحت کی ضمانت ہے اگر چہ اس کی سند اصولاً مکمل طور سے قابل اعتبار نہ ہو۔ علما اور محدثین کی یہ رائیں تو ان احادیث کے بارے میں ہیں جن سے احکام ثابت ہوتے ہیں تو پھر فضائل میں ضعیف احادیث کیوں نہ معتبر ہوں گی۔

اس لیے بارہ ربیع الاول کی تاریخ ہی عمل کے لیے منتخب اور متعین ہوگی۔ اب یہاں یہ سوال بھی ذہن میں سر ابھارتا ہے کہ آخر اتنی روایتوں کے درمیان بارہ ربیع الاول کی تاریخ ہی کو کیوں اکابر ملت اور امت مسلمہ نے قبول اور منتخب کیا؟

بارہ ربیع الاول کی روایت پر کیوں عمل ہوا؟ اس کا جواب مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہے کہ اس روایت کی پشت پر صحیح اور معتبر کثیر روایات کے ذخیرے ہیں، آثار صحابہ اور عمل تابعین کی تائیدات ہیں اور اصحاب زیچ کے تخمینی اندازوں سے بھی اس کی تقویت کے سامان ہوتے ہیں تو پھر بھلا امت مسلمہ اسے نہ قبول کرے تو اور کسے قبول کرے؟ مزید برآں اس کا سبب یہ بھی ہے کہ محققین کے نزدیک اس سلسلے میں با قوت روایتیں آٹھ، دس اور بارہ ربیع الاول کی ہیں۔ اس کے سوا نقد و تحقیق کے معیار سے فروتر ہیں جیسا کہ علامہ کوثری اور شبلی وغیرہ کے بیانات گزرے۔ تو بارہ ربیع الاول ان تین روایتوں کی آخری سرحد ہے، جس سے آگے تاریخ ولادت کی روایت تحقیق کی روشنی میں نہیں بڑھ سکتی اور یہاں آکر ولادت مبارکہ کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس لیے ظن و تخمین کا پہلو چھوڑ کر اس یقین کے پہلو کو امت نے قبول کیا، جس کے بعد شک کی گنجائش باقی نہ رہی۔ چنانچہ علامہ زاہد الکوثری مصری لکھتے ہیں: والعادۃ المتبعۃ فی البلاد الاسلامیۃ الاحتفاء بالمولد الشریف فی اللیلۃ الثانیۃ عشرۃ من شھر ربیع الاول لأنّ ولادتہ لم تتاخر عن ھذا التاریخ عندالجمیع فیحتفون بہ فی لیلۃ لا یبقیٰ أیّ خلاف یعتد بہ بعدھا فی کونہ علیہ السلام مولود اقبل ذالک الزمن۔ (مقالات کوثری۔ ص ۳۱۴)

اسلامی ملکوں میں یہی رواج ہے کہ عید میلاد النبی کا جشن ربیع الاول شریف کی بارھویں شب میں مناتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سبھی محققین کے نزدیک تاریخ ولادت مبارکہ ۱۲ر سے آگے نہیں بڑھی۔ اسی لیے آپ کی ولادت مبارکہ کا جشن اسی رات میں مناتے ہیں جس کے بعد سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں کوئی قابل لحاظ اختلاف باقی نہیں رہ جاتا۔

اختلاف روایات کا سبب: اس سے پہلے یہ گفتگو آ چکی ہے کہ اختلافات کی اصل بنیاد عام فیل کا متعین نہ ہونا ہے۔ اور اس کے تعین

کے فقدان کا سبب صرف یہ ہے کہ عرب کے یہاں نہ تاریخ نویسی کا اہتمام تھا اور نہ ہی کوئی باضابطہ تقویمی نظام رائج تھا بلکہ وہ کسی اہم واقعہ سے کسی کی عمر یا مدت کا تعین کرتے۔ گو عرب بڑے قوی الحافظہ تھے اور ہزاروں سال کی روایتیں اور نسبی سلسلے ان کے ذہن و دماغ میں بڑی صحت کے ساتھ ایسے محفوظ رہتے جیسے آج کل کمپیوٹر کے سینہ معلومات میں۔ لیکن پھر بھی حافظہ اور اس کی قوت کا اختلاف انسانی فطرت ہے اور اس فطرت انسانی کی بنا پر یہ روایاتی اختلافات موجود ہیں جو نہ کوئی انہونی چیز ہیں اور نہ قابل تعجب بلکہ اس دور میں اس کے مناظر عام طور سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود دور حاضر کے بعض مستشرقین ان اختلافات پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ جب کہ خود سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تاریخ ولادت میں اس سے کہیں زیادہ اور فاصلے کے اختلافات موجود ہیں۔ یہاں تو تاریخ اور مہینہ کا ہی اختلاف ہے بلکہ حقیقتاً صرف تاریخ کا اختلاف ہے کیونکہ ماہ ربیع الاول شریف کے علاوہ جتنی روایات ہیں، محققین اسے وہم سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تاریخ ولادت میں صرف تاریخ اور مہینوں کا ہی اختلاف نہیں بلکہ وسیع اور طویل سالوں کے اختلافات موجود ہیں۔ پھر بھی بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت مبارکہ کے مختصر اختلاف پر حیرت و تعجب کا اظہار خود باعث حیرت و استعجاب ہے، بلکہ سوائے اسلام دشمنی کے اس کی اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

علامہ محمد زاہد الکوثری مصری لکھتے ہیں: کما انه لا عجب فی اختلاف الرواة فی تاریخ میلاده صلی الله تعالیٰ علیه و سلم لانه ولد بین امة امیة لا تحرب ولا تکتب ولا تورخ الا باحداث معروفة عندهم فی مبداء الامر۔ فلا محل فی ان یعیبنا البرنس قیستانو ؎ علی هذا الاختلاف مع سعیه فی تکثیر الروایات عن کل من هب ودب فی تاریخه الکبیر عن الاسلام متناسیا مبلغ الاختلاف العظیم بالسنین لاباالا یام الواقع فی میلاد عیسیٰ علیه السلام مما لاطریق معه إلی تحدید زمنه اصلا لتباعد مابین روایاتهم من التفاوت الشاسع الذی لا جامع له بخلاف ماهنا لان تحدید زمن ولادة نبینا صلی الله تعالیٰ علیه و سلم ثبت بروایة راجحة ایدتها درایة ناجحة کما سبق۔ (مقالات کوثری-ص ۴۰۷-۴۰۸) تاریخ ولادت نبوی کے سلسلے میں راویوں کا اختلاف کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی قوم کے درمیان تشریف لائے جو ناخواندہ تھی۔ وہ شروع ہی سے حساب کتاب اور تاریخ کا تعین اپنے ماحول کے معروف واقعات کے ذریعہ کیا کرتی تھی۔ اس لیے مستشرق مسٹر "برنس قیستانو" کا اس اختلاف روایات کو لے کر ہم پر بے جا تنقید کرنا بالکل بے محل ہے جب کہ خود ان کا یہ حال ہے کہ اپنی عظیم تاریخی تصنیف میں اسلام کے بارے میں ہر کہ ومہ سے کثیر روایات کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ غالباً وہ فراموش کر چکے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں دنوں کا ہی نہیں بلکہ سالوں کا عظیم اختلاف موجود ہے اور اس سلسلے کے سلجھانے کی بھی کوئی صورت نہیں کیونکہ ان روایات میں ناقابل ترجیح تفاوت موجود ہے۔ اس کے برخلاف تاریخ ولادت نبوی کا راجح مختار محقق تعین، مضبوط اور راجح روایت سے ثابت ہے جس کی تائید عقل سلیم بھی کرتی ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت گذشتہ سطروں میں ہو چکی۔

آقائے کائنات رسول دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس

جہان رنگ و بو میں تشریف آوری کی ساعت مسعود کون سی تھی؟ اس کے تعین کے سلسلے میں مختلف زاویوں سے بحث کے بعد یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ ۱۲ ربیع الاول پیر کی صبح جاں نواز ہی نبوی انوار و تجلیات سے اولاً سرفراز ہوئی جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔

تم آئے، روشنی پھیلی، ہوا دن، کھل گئی آنکھیں
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا تھا بزم امکاں میں
(حسنؔ)

ایک مومن کے لیے احادیث طیبہ، اقوال سلف، ترجیحات ائمہ اور تعامل امت کی تائیدات کسی بھی روایتی رخ کو متعین کرنے کے سلسلے میں تسکین قلب اور اطمینان روح کے لیے کافی ہیں۔ وہ ان قوی شہادتوں کے ہوتے ہوئے کبھی بھی ظن و تخمین اور وہم و تشکیک کا شکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اسلام کے مسلمات میں شک کی راہیں پیدا کرنا یہود و نصاریٰ کی جد و جہد کا محور رہا ہے۔ چنانچہ مشہور برطانوی جاسوس ہمفرے اپنی یادداشتوں میں اسلام کو کمزور کرنے کے یہودی طریقہ کار کی ہدایتوں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتا ہے: ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔ خاص طور پر کفار اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں توہین آمیز آیات نیز امر بالمعروف اور جہاد سے متعلق آیتوں کو قرآن سے حذف کیا جائے اور ان قرآنوں کو ترکی اور فارسی زبانوں میں ترجمہ کر کے بازاروں میں لایا جائے۔ غیر عرب مسلم حکومتوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قرآن، اذان اور نماز کو عربی زبان میں پڑھنے سے پرہیز کریں۔ دوسرا مسئلہ احادیث و روایات میں تشکیک پیدا کرنا ہے اور قرآن کی طرح اس میں بھی تحریف و ترجمہ سے کام لینا ہے (ہمفرے کے اعترافات ص ۱۰۶)

دور حاضر کے محققین کا تجربہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ عالم عرب کے مشہور محقق مولانا سید محمد علوی مالکی مکی دام ظلہ اپنی قابل قدر مختصر تالیف ''المستشرقون بين الانصاف والعصبية'' میں اس کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدیث نبوی کے موضوع پر کام کرنے والے بہت سے اہل تحقیق مستشرقین کے دو طرح کے نقطۂ نظر ہیں۔ ایک حدیث سے متعلق اور دوسرا راویوں سے متعلق۔ حدیث کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ لوگ ان صحیح احادیث سے متعلق بھی شبہات پیدا کرنے کا کام کرتے ہیں جن پر ہمارے محققین علماء اعتماد کر چکے ہیں اور ہمارے علماء کی ان کاوشوں سے تجاہل برتتے ہیں جو انھوں نے حدیث صحیح و غیر صحیح کو چھاننے پھٹکنے کے سلسلے میں کی ہیں۔
(مستشرقین کا انصاف و تعصب ص ۳۸)

علوم اسلامی کی خدمت کے نام پر ذہنی تشکیک اور فکری انتشار کا کارنامہ یورپ کے مستشرقین عرصۂ دراز سے انجام دے رہے ہیں۔ ماضی قریب کے چند نام نہاد اسلامی مفکرین جیسے شبلی اور مودودی نے بھی تحقیقات اسلامی کے عنوان سے ان اسلامی مسلمات کو زک پہنچانے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی جس پر امت مسلمہ پورا وثوق، یقین اور اعتماد رکھتی تھی۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ ان حضرات کی شک انگیز خدمات قابل قدر ہیں یا قابل مذمت۔ ارباب فکر و نظر مذکورہ بالا محققین کے حوالجات کی روشنی میں خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں اور اسی سے غیر مقلد اور وہابیت نواز اخبارات و جرائد کے داخلی مقاصد اور ان کے فکری کاز کا رشتۂ عمل بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور عرض کروں گا کہ نام نہاد تحقیق ہی کے نام پر کیوں نہ ہو، فکری انتشار کی کوشش کبھی بھی قابل قدر نہیں ہو سکتی، خصوصاً جب کہ دلائل اور براہین اس سے اِبا کرتے ہوں۔

تعلیمات نبوی

از: مولانا محمد احسان الحق کشن گنجوی، البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ یوپی

جب ہم آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پیچھے کی طرف نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ساری دنیا جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، دنیا کے کسی بھی خطے میں انسانیت کے صحیح خد وخال موجود نہ تھے، انسانی قدروں کی نشونما کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی، حتیٰ کہ انسان خدائے وحدہ لاشرک کو چھوڑ کر لاتعداد معبودوں کی پرستش میں گم ہو چکا تھا۔ یقیناً ایسے عالم میں ضرورت تھی ایک ایسے معلم ومربی کی جو لوگوں کو دین حق کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ ان کی ایسی تعلیم وتربیت کرے کہ جس سے تمام بدکاریوں اور برائیوں کا سد باب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر کرم نوازی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم کائنات بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا اور اسے کمال تک پہنچایا۔

تعلیمات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی ذات بابرکات کو تاقیام قیامت پیدا ہونے والے تمام مؤمنین کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْ اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً"(۱)

بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔(۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر بن محمد الزمخشری (۴۶۷ھ-۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

"أی فيه خصلة من حقها أن يؤتسى بها وتتبع" ۔(۳)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی اہم خصلتیں ہیں کہ جن کی پیروی اور اتباع ہمارے لیے ضروری ہے۔

شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

"أی كان لكم قدوة فی النبی صلی الله عليه وسلم حيث بذل نفسه لنصرة دين الله فی خروجه الی الخندق"(۴)

یعنی تمہارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نمونۂ عمل ہے کیوں کہ آپ نے اپنی ذات کی پرواہ کیے بغیر دین الٰہی کی نصرت کی خاطر خندق کی طرف نکل پڑے۔

علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ (۱۱۲۷ھ) لکھتے ہیں:

"والمعنی لقد كان لكم فی محمد صلی الله عليه وسلم خصلة حسنة، وسنة صالحة حقها أن يؤتسى بها، أی يقتدی كالثبات فی الحرب ومقاساة الشدائد فانه قد شج فوق حاجبه وكسرتْ رباعيته وقتل عمه حمزة يوم أحد وأوذی بضروب الأذی فوقف ولم ينهزم وصبر فلم يجزع، فاستسنوا بسنته وانصروه ولا تتخلفوا عنه"۔(۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مؤمنو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اچھی خصلت اور بہترین طریقہ ہے۔ جس کا حق یہ ہے اس کی اتباع کی جائے، جیسے جنگ میں ثابت قدم رہنا اور شدائد و تکالیف کو برداشت کرنا۔ کیوں کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابروئے مبارک کے اوپر زخم آئے، آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور بری طرح تکلیف پہنچائے گیے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں ڈٹے رہے، شکست کھا کر بھاگے نہیں، بلکہ صبر کا مظاہرہ کیا اور گھبرائے بھی نہیں۔ لہذا تم ان کے طریقے کو اپنا لو اور ان کی (اور ان کے دین کی) مدد کرو اور کبھی بھی ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔

آیت مذکورہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر پیر کرم شاہ ازہری (۱۹۱۸ء-۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں: "یہ آیت غزوۂ خندق کے ایام میں نازل ہوئی جب کہ دعوت حق پیش کرنے والوں کے راستے میں پیش آنے والی ساری مشکلات اور آلام و مصائب پوری شدت سے رونما ہو گیے۔ دشمن سارے عرب کو ساتھ لے کر آ دھمکا ہے۔ یہ حملہ اتنا اچانک ہے کہ اس کو پسپا کرنے کے لیے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کے لیے خاطر خواہ وقت نہیں۔ تعداد کم ہے، سامان رسد کی اتنی قلت ہے کہ کئی وقت فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے عین وقت پر دوستی کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ ان کی غداری کے باعث حالات مزید پیچیدہ ہو گیے ہیں۔ دشمن سیلاب کی طرح بڑھا چلا آرہا ہے۔ اس کے پہنچنے سے قبل مدینہ طیبہ کی مغربی سمت کو خندق کھود کر محفوظ بنا دینا از حد ضروری ہے۔

ان حالات میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کے دوش بدوش موجود ہیں۔ خندق کھودنے کا موقع آتا ہے تو ایک عام سپاہی کی طرح خندق کھودنے لگتے ہیں۔ مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے ہیں۔ دوسرے مجاہدین کی طرح فاقہ کشی کی تکلیف بھی برداشت فرماتے ہیں۔ اگر صحابہ نے پیٹ پر ایک پتھر باندھ رکھا ہے تو شکم رسالت پر دو پتھر بندھے دکھائی دیتے ہیں۔ مہینہ بھر شدید سردی میں میدان جنگ میں صحابہ کے ساتھ دن رات قیام فرما ہیں۔ دشمن کے لشکر جرار کو دیکھ کر بھی پریشان نہیں ہوتے۔ بنو قریظہ کی عہد شکنی کا علم ہوتا ہے تب بھی جبین سعادت پر بل نہیں پڑتے۔ منافقین طرح طرح کی حیلہ سازیوں سے میدان جنگ سے فرار اختیار کرنے لگتے ہیں تب بھی پریشانی نہیں ہوتی۔ ان تمام ناگفتہ بہ حالات میں عزم واستقلال کا پہاڑ بنے کھڑے ہیں۔ قدم قدم پر صحابۂ کرام کی دل جوئی فرماتے ہیں۔ منافقین سے صرف نظر کرتے ہیں۔ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔

پھر جنگی اور سیاسی خطوط پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ دشمن آپس میں ٹکرا جاتا ہے اور حملہ آور خود بخود محاصرہ اٹھا کر ایک دوسرے پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے، ایک دوسرے پر غداری اور عہد شکنی کے الزامات لگاتے ہوئے بھاگ جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ ایک ماہ کا عرصہ ایسا ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سارے پہلو اپنی پوری جلوہ افروزی کے ساتھ اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل فرمائی گئی، کہ ان مہیب خطرات میں تم نے میرے پیارے رسول کا طریقۂ کار دیکھ لیا۔ یہ کتنا راست، سچا اور اخلاص وللّٰہیت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ یہی تمہاری زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے لیے ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ اس کے

نقش قدم کو خضر راہ بنالو۔ اس کے دامن شفقت کو مضبوطی سے تھام لو یقیناً منزل تک پہنچ جاؤ گے"(۶)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تمام مؤمنوں کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور لائحہ عمل ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہی دنیا وآخرت میں فوز وفلاح کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

تعلیمات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) احادیث کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم کائنات بنا کر مبعوث کیے گیے۔ اور چونکہ صحابۂ کرام آپ سے تربیت یافتہ تھے اس لیے انہوں نے ہر ہر معاملے میں آپ کا اتباع ضروری سمجھا۔ چنانچہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان کے پاس گیے، اور حج پر جانے کے لیے سواری ان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سال لوگوں کی آپس میں لڑائی ہو جائے گی اور آپ کو وہ لوگ بیت اللہ کا طواف کرنے سے روک دینگے۔ اس لیے اگر آپ نہ جائیں تو اچھا ہوگا۔ تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"قد خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فحال كفار قريش بينه وبين البيت، فان حيل بيني وبينه أفعل كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)ثم قال أشهد كم أني قد أوجبت مع عمرتي حجًا"(۷)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے لیے نکلے تھے، لیکن کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ تک جانے سے روک دیا تھا، لہٰذا اگر مجھے بھی روکا جائے گا تو میں بھی وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ (کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے) کہ بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ ایک حج واجب کرلیا ہے۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ وہ ہر روز (سال بھر) روزہ رکھے گا، پھر عید الاضحیٰ یا عید الفطر کا دن آگیا تو وہ کیا کرے گا؟ کیا وہ روزہ رکھے گا یا نہیں؟ تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا:"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ،لم يكن يصوم يوم الأضحى والفطر،ولا يرى صيامهما"(۸)

یعنی تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھتے تھے اور نہ ہی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا کہ صحابۂ کرام اپنے تمام معاملات کو اسوۂ حسنہ کے مطابق انجام دیتے تھے، اور تمام مسائل کا حل آپ کی تعلیمات سے نکالتے تھے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیمات اور اپنے طریقۂ کار کو ہدایت کا سر چشمہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "قد تركت فيكم أمرين ان تمسكتم بهما لن تضلوا أبدا،وهي كتاب الله وسنة نبيه"(۹)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، اور وہ کتاب اللہ (قرآن) اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

اسی طرح جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو عام کرتے ہیں اور اسے نئی زندگی دیتے ہیں انہیں اعلیٰ درجے کی خوش خبری دیتے

ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "من أحيا سنتي فقد أحبني ومن أحبني كان معي في الجنة" (۱۰)

جس نے میری ایک سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

یقیناً وہ لوگ جو تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہیں ان کے لیے ان احادیث میں جنت کے اعلیٰ درجے کی ضمانت ہے۔

اب ہم ذیل میں تعلیمات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

اخلاق حسنہ کی تعلیم

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں اور دولتیں جو مسلمانوں کو ملی ہیں ان میں اخلاق حسنہ نہایت ہی اہم ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے اعلیٰ معیار کے نمونہ کامل تھے، جس کی گواہی قرآن کریم نے بھی دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ" (۱۱) اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔ (۱۲)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاق کریمانہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "بعثت لأتمم صالح الأخلاق" (۱۳) میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اچھے اخلاق کی اہمیت اور اس کی طرف رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "أكمل المؤمنين ايمانا أحسنهم خُلُقاً وخياركم خياركم لنسائهم خلقاً" (۱۴)

مؤمنوں میں اس کا ایمان کامل ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، اور تم میں وہ بہتر ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "ان من خيركم أحسنكم خُلُقا" (۱۵)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

یقیناً یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ نے لوگوں کے دلوں سے ظلمت وجہالت کو دور کرکے نور صداقت ومعرفت الٰہی سے بھر دیا۔ یہ بات مسلم ہے کہ اگر آج بھی مسلمان اپنے اخلاق وکردار کو عمدہ بنالیں اور اپنی زندگی کو تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھال لیں تو آج بھی دنیا میں باعزت وسرخ رو ہوکر جئیں، اور آخرت میں فوز وفلاح کے مستحق بھی ہوں۔

شفقت ورحمت کی تعلیم

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے لیے کریم وشفیق بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ آپ کے رحمت وشفقت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ" (۱٦)

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔ (۱۷)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ" (۱۸) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔ (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر رحمت وشفقت کا عملی نمونہ پیش کرتے رہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے رہے۔ اور بے رحمی اور دوسروں پر ظلم وستم کرنے سے ہمیشہ باز رہنے کی تعلیم دی، چنانچہ جو لوگ دوسروں پر رحم نہیں کرتے اور ظلم وجبر سے کام لیتے ہیں ان کے لیے بطور وعید آپ نے ارشاد فرمایا: "من لا يَرحم لا يُرحم" (۲۰) جو دوسروں

پر رحم نہیں کرتا ہے اس پر بھی (بروز قیامت) رحم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت سہل بن حنظلیہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جو شدید بھوکا تھا، حتی کہ بھوک کی وجہ سے اس کی پیٹھ، پیٹ سے لگ گئی تھی، تو جوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت اس اونٹ پر پڑی تو آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمة، فارکبوھا صالحة و کلوھا صالحة" (۲۱) تم لوگ ان گونگے جانوروں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو اچھی طریقے سے اور انہیں کھاؤ اچھے طور پر۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث مذکور میں اپنی امت کو تعلیم دے رہے ہیں کہ انسان تو انسان جانوروں پر بھی شفقت و رحمت کا برتاؤ کرنا چاہیے اور ہرگز انہیں تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ نیز انہیں اچھے طریقے سے کھلانا پلانا چاہیے، اور ان پر قوت برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے، اور نہ ہی بے رحمی سے انہیں مارنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں، اور قیامت کے دن ان کے بارے بھی حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دخلت امرأة النارَ فی ھرة ربطتھا، فلم تطعمھا، و لا تدعھا تأکل من خشاش الارض" (۲۲)

یعنی ایک عورت جہنم میں ڈالی گئی محض اس لیے کہ اس نے ایک بلی کو بلا وجہ باندھ کر رکھا اور اسے کھانا پانی بھی نہیں دیا، اور نہ ہی اسے چھوڑا کہ گھاس پھوس ہی کھالیتی (اور اپنی جان بچالیتی)۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بینا رجل یمشی فاشتد علیه العطش، فنزل بئرا فشرب منھا، ثم خرج فاذا ھو بکلب یلھث، یاکل الثری من العَطَش، فقال: لقد بلغ ھذا مثل الذی بلغ بی، فملأ خفه ثم أمسکه بفیه ثم رَقِیَ، فسقی الکلب فشکر اللہ له، فغفر له فقالوا یارسول اللہ، وان لنا فی البھائم أجراً، قال: فی کل کَبِدٍ رطبةٍ أجر" (۲۳) یعنی ایک شخص راستہ طے کر رہا تھا تو اسے شدید پیاس کا احساس ہوا، وہ ایک کنوئیں کے پاس رکا اور پانی پی کر جانے لگا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو تیز تیز ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا، تو اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اسے بھی وہی چیز (سخت پیاس) پہنچی ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنے خف (چمڑے کے موزے) میں پانی بھرا اور اس کو اپنے منھ سے پکڑا اور پھر (کنویں پر) چڑھا اور اس کو سیراب کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مغفرت فرمادی۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک میں بھی اجر ملے گا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر جاندار کے بارے میں اجر دیا جائیگا۔

یعنی جس طرح انسان کے ساتھ بھلائی یا برائی کرنے سے قیامت کے دن اس کا بدلہ دیا جائے گا اسی طرح ہر جاندار کے ساتھ اچھائی یا برائی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اس پر ثواب و عذاب بھی مرتب ہونگے۔

عفو و درگزر کی تعلیم

اسلام کی ترقی اور نشر و اشاعت میں عفو و درگزر کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا ہے اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر

آپ نے تمام کفار مکہ (باستثنائے چند بد نصیب) کو معاف فرمایا اور عفو ودرگزر کی ایسی مثال قائم فرمائی کہ جس کی کہیں نظیر تک نہیں مل سکتی ہے۔ آپ نے کفار مکہ کو معافی کا پروانہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لا تثریب علیکم الیوم، یغفر اللہ لکم وھو أرحم الراحمین، اذھبوا وأنتم الطلقاء" (۲۴) آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے، اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ آج میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔

اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مکہ جوق در جوق داخل اسلام ہونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عفو ودرگزر کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "صل من قطعك واعط من حرمك واعف عن من ظلمك" (۲۵) جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے تعلق قائم کرو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو۔ یعنی اگر کوئی ظلم وجبر کرتا ہے تو ہمیں اس کا انتقام لینے کی بجائے معاف کر دینا چاہیے تاکہ قیامت میں اس کے بدلے میں ثواب ملے۔ لیکن یاد رہے کہ اسلام میں عفو ودرگزر کی ایک حد متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی کے حقوق کی پامالی نہ ہونے پائے اور نہ ہی کسی قسم کی شرعی خرابی لازم آئے۔

عدل وانصاف کی تعلیمات

عدل کے معنی ہر صاحب حق کو اس کا حق پہنچانا۔ عدل خواہ عدالت میں ہو یا اخلاق وصفات میں. اعتدال وتوسط، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں دونوں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری کائنات میں سب سے بڑا امین، سب سے بڑھ کر عادل اور راست باز بنایا۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے جس کو آپ کے بڑے سے بڑے دشمنوں نے بھی بہ سروچشم قبول کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی اہل مکہ آپ کو صادق الوعد والامین کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خود عدل وانصاف کے پیکر تھے اسی طرح دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہے۔ چنانچہ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک مخزومی عورت کے لیے حدود میں تخفیف کی سفارش کی نیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی اور سفارش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: "یاایھا الناس انما ضل من قبلکم أنھم کانوا اذا سرق الشریف ترکوه، واذا سرق الضعیف فیھم أقاموا علیه الحد، وأیم الله لو أن فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم سرقت لقطع محمد یدھا" (۲۶) اے لوگو! بیشک تم سے پہلے جو قومیں تھیں وہ گمراہ ہوگئیں، کیوں کہ جب ان میں کا کوئی شریف اور بارتبہ شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے (اور ان پر کوئی حد قائم نہیں کرتے) لیکن جب کوئی کمزور اور غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بھی ہاتھ کاٹتا۔

اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوصال میں تھے تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "من کنت جلدت له ظھرا فھذا ظھری فلیستقد منه، ومن کنت أخذت له مالا فھذا مالی فلیستقد منه، ومن کنت شتمت له عرضا فھذا عرضی فلیستقد منه" (۲۷) جس کسی کی پیٹھ پر میں نے کوڑا مارا ہے تو میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے

لے، اور جس کسی کے مال کو میں نے (ناحق) لیا ہے تو میرا یہ مال حاضر ہے وہ اسے لے لے، اور جس کسی کو میں نے برا کہا ہے اور اسے بے عزت کیا ہے تو میں حاضر ہوں مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔

احادیث مذکورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ حالات خواہ کیسے بھی ہوں ہمیں عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے۔ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر ہر ایک پر یکساں نظر ہونی چاہیے۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق پہنچانا چاہیے۔

حسن معاشرت کی تعلیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب، احباب، ازواج مطہرات، رشتہ داروں، پڑوسیوں، ہر ایک کے ساتھ حسن معاشرت، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے، ان کے ساتھ خوش طبعی فرماتے، سب کے ساتھ مل جل کر رہتے، ہر ایک سے گفتگو فرماتے، صحابۂ کرام کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے، ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں اٹھا لیتے، آزاد، غلام، لونڈی اور مسکین، ہر ایک کی دعوت قبول فرماتے، مدینہ کے کسی بھی کونے میں مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، عذر پیش کرنے والوں کا عذر قبول فرماتے اور دوسروں کو بھی مل جل کر رہنے کی تعلیم دیتے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے حسن معاشرت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر سنين، فما قال لي أف قط ولا قال لي: لم صنعت كذا" (۲۸) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی لیکن اس طویل مدت میں آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا اور نہ ہی یہ کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟۔

اسی طرح حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: "ماحجبني النبي صلى اله عليه وسلم منذ أسلمت، ولا رآني الا تبسم في وجهي" (۲۹) جب سے مسلمان ہو گیا تو کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں: "كان الحبش يلعبون بحرابهم، فسترني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أنظر، فما زلت أنظر حتى كنت أنا أنصرف" (۳۰) جنگی لشکر اپنی جنگی مہارت دکھا رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پردہ میں کر دیا تا کہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں، تو میں دیکھتی رہی حتی کہ میں خود ہی ہٹ گئی۔

یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، پوری امت محمدیہ کے لیے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اگر ہم انفرادی واجتماعی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال کر امن وامان، عدل وانصاف، اخلاق حسنہ، شفقت ورحمت، اخوت وبھائی چارگی اور عفو ودرگزر جیسے اصولوں کو اپنا لیں تو ہمارے لیے دونوں جہان میں کامیابی کی راہیں کشادہ، پوری دنیا امن وامان اور چین وسکون کا گہوارہ، جور وظلم، قتل وغارت گری کا خاتمہ اور عدل وانصاف کا بہترین نظام قائم ہو جائے گا۔ آج مسلمانوں کی پستی کا سب سے بڑا سبب تعلیمات نبوی کو پس پشت ڈال دینا ہے۔ لہٰذا ہمیں اب ضرورت ہے بیدار ہونے اور تعلیمات نبوی پر پورے طور پر عمل پیرا ہونے کی، تا کہ روئے زمین پر چین وسکون اور صلح وآشتی کا ماحول بن سکے اور پھر سے پوری دنیا میں اسلام

کے نظام رحمت ورأفت اور نظام عدل وانصاف کا بول بالا ہو سکے۔

مآخذ و مراجع

(۱) القرآن ،سورۃالأحزاب: آیت۲۱۔

(۲) کنز الایمان ،ازاعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)،مکتبۃ:مرکز اھلسنت برکات رضا،پور بندر، گجرات ،انڈیا۔

(۳)تفسیرالکشاف للامام أبو القاسم،جار اللہ،محمود بن مر بن محمد الزمخشری (۴٦۷ھ-۵۳۸ھ):ج۳ ص ۵۱۵، مکتبۃ :مرکز اھلسنت برکات رضا، پور بندر، گجرات ،انڈیا۔

(۴)تفسیرالقرطبی لأبی عبد اللہ محمد بن أحمد الأنصاری القرطبی (٦۷۱ھ):ج۷،ص۱۲٦،مکتبۃ: دارالکتب العلمیۃ،بیروت۔

(۵)تفسیر روح البیان، للشیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ(۱۱۲۷ھ)تحت تفسیر الآیۃ "لقد کان لکم"الخ۔

(٦)تفسیر ضیاء القرآن للعلامۃ پیر کرم شاہ الأزہری علیہ الرحمۃ (۱۹۱۸ء-۱۹۹۸ء): ج۴ص ۲۱۱۵ مکتبۃ: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور پاکستان۔

(۷)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ(۱۹۴ھ-۲۵٦ھ): کتاب الحج ،باب طواف القارن، الحدیث:۱٦۳۹۔

(۸)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ (۱۹۴ھ-۲۵٦ھ): کتاب الأیمان ولنذور، باب من نذر أن یصوم أیاماً فوافق النحر أو الفطر،الحدیث: ٦۷۰۵۔

(۹)موطأ امام مالک للامام مالک بن انس بن مالک بن عمر علیہ الرحمہ(۹۳ھ-۱۷۹ھ): کتاب التقدیر، ج:۲ ص۳۲۱۔

(۱۰)سنن الترمذی للامام أبی عیسی محمد بن سورۃ،موسی بن شداد الترمذی علیہ الرحمہ (۲۰۹ھ/۲۸۰ھ): کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع،الحدیث: ۲۸۹۴۔

(۱۱)القرآن ،سورۃالقلم،الآیۃ:۴۔

(۱۲) کنز الایمان ،از مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ(۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)،مکتبۃ: مرکز اھلسنت برکات رضا، پور بندر، گجرات ،انڈیا۔

(۱۳)مسندأحمد،للشیخ أبی عبد اللہ أحمد بن محمدبن حنبل الشیبانی الذھلی علیہ الرحمہ (۱٦۴ھ-۲۴۱ھ)، الحدیث: ۸۹۵۲،جامع صغیر،للعلامۃ،جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)،الحدیث: ۵۱۴۴،و اللفظ لأحمد۔

(۱۴)سنن الترمذی للامام أبی عیسیٰ محمد بن سورۃ، موسی بن شداد الترمذی علیہ الرحمہ (۲۰۹ھ/۲۸۰ھ) :کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا،الحدیث:۱۱۹۵۔

(۱۵)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ(۱۹۴ھ-۲۵٦ھ):باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشاً ولا متفحشاً، الحدیث:٦۰۲۹۔

(۱٦)القرآن :سورۃالأنبیاء ،الآیۃ:۱۰۷۔

(۱۷)کنز الایمان ،از مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)،مکتبة: مرکز اہلسنت برکات رضا،پور بندر ،گجرات ،انڈیا۔

(۱۸)القرآن :سورة التوبة،الآیة :۱۲۸۔

(۱۹)کنز الایمان ،از مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)،مکتبة:مرکز اہلسنت برکات رضا،پوربندر، گجرات ،انڈیا۔

(۲۰)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ): کتاب الأدب،باب رحمة الناس و البھائم ،الحدیث:۶۰۱۳۔

(۲۱)سنن أبی داؤد،للشیخ أبی داؤد سلیمان بن أشعث الأزدی علیہ الرحمہ (۲۰۲ھ-۲۷۵ھ): کتاب الجھاد،باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب و البھائم ، الحدیث:۲۵۴۸۔

(۲۲)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ):باب خمس من الدواب فواسقُ یقتلن فی الحرم، الحدیث:۳۳۱۸۔

(۲۳)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ(۱۹۴ھ-۲۵۶ھ):باب فضل سقی الماء،الحدیث:۲۳۶۳

(۲۴)زاد المعاد،لابن قیم الجوزی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ): ج۳ ص۶۴۲ ،بحوالۂ ضیاء النبی ،للعلامة پیر کرم شاہ الأزھری علیہ الرحمة (۱۹۱۸ء-۱۹۹۸ء): ج۳ص۴۴۵ ،مکتبة:فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد،دھلی۔

(۲۵)مسندأحمد،للشیخ أبی عبد الله أحمد بن محمدبن حنبل الشیبانی الذھلی علیہ الرحمہ(۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)،ج۴ ص:۱۵۸۔

(۲۶)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ(۱۹۴ھ-۲۵۶ھ): کتاب الحدود،باب قول الله تعالیٰ "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا"(المائدة ۳۸)وفی کم یُقطع؟الحدیث:۶۷۸۸۔

(۲۷)المعجم الکبیر للطبرانی: ج۱۸ص۲۸، بحوالہ محمد الانسان الکامل للسید محمد بن سید علوی المالکی(۱۹٤٦ء -۱۹۷۱ء):ص:۱۴۱، المکتبة:دار الکتب العلمیة بیروت۔

(۲۸)مسندأحمد،للشیخ أبی عبد الله أحمد بن محمدبن حنبل الشیبانی الذھلی علیہ الرحمہ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ):باب مسند المکثرین من الصحابة ،مسند أنس بن مالك رضی الله عنہ،الحدیث: ۱۳۶۷۵،صحیح المسلم للامام مسلم بن الحجاج القشیری علیہ الرحمہ (۲۰۳ھ-۲۶۱ھ):کتاب الفضائل،باب کان رسول الله صلی الله علیہ و سلم أحسن الناس خلقاً،الحدیث:۲۳۰۹،و اللفظ لأحمد۔

(۲۹)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ): کتاب الأدب،باب التبسم و الضحك،الحدیث۶۰۸۹۔

(۳۰)صحیح البخاری للشیخ محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ): کتاب النکاح،باب حسن المعاشرة مع الأھل ،الحدیث:۵۱۹۰۔

تصوف کے حقائق و معارف

از:-مولانا طارق انور رضوی، جامعہ حضرت بلال ٹیانری روڈ بنگلور

جب ہر کوئی کسی صفت سے متصف ہوتو اس صفت کے موصوفین کسی لقب خاص سے ملقب نہیں کئے جاتے اور یہ حقیقت روشن بدیہیات میں سے ہے۔ اتباع شرع، عبادات واعمال واخلاق وکردار کی یہی کیفیت عہد رسالت مآب ﷺ اور دور صحابہ میں تھی۔ ہر مومن ان محاسن وکمالات اور اوصاف وخصائص سے مزین تھا جو ایک صوفی کیلئے لازم ہیں۔ بایں سبب ائمہ جرح وتعدیل نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنا فیصلہ سنایا- ''الصحابة کلهم عدول''۔ عدالت کی تشریح اس دعویٰ کو عیاں کردیتی ہے کہ تمام صحابہ ''صوفی'' تھے-عدالت کی توضیح میں حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے تحریر فرمایا۔

(۱)﴿والمراد بالعدل من له ملكة تحمله علىٰ ملازمة التقوىٰ والمروءة-والمراد بالتقوىٰ اجتناب الاعمال السيئة من شرک او فسق او بدعة﴾ (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر)

(ت) عادل سے مراد وہ ہے کہ جس کے پاس ایسا ملکہ ہو جو اسے تقویٰ اور مروت اختیار کرنے پر آمادہ کرے اور تقویٰ سے مراد اعمال سیءہ ہے یعنی شرک یا فسق یا بدعت سے پرہیز کرنا ہے۔

(۲) شیخ المحدثین محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے تحریر فرمایا: والعدالة ملكة فى الشخص تحمله علىٰ ملازمة التقوىٰ والمروءة-والتقوى اجتناب الاعمال السيئة من الشرک والفسق و البدعة-وفى الاجتناب عن الصغيرة خلاف والمختار عدم اشتراطه لخروجه عن الطاقة الا الاصرار عليها لكونه كبيرة- والمراد بالمروءة التنزه عن بعض الخسائس والنقائص التى خلاف مقتضى الهمة والمروءة مثل بعض المباحات الدنيئة كالاكل والشرب فى السوق والبول فى الطريق وامثال ذلک.

(مقدمة فى اصول الحديث مع مشكوة المصابيح)

(ت) عدالت ایسا ملکہ ہے جو عادل کو تقویٰ اور مروت اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور تقویٰ برے اعمال یعنی شرک اور فسق وبدعت سے بچنا ہے اور گناہ صغیرہ سے بچنے میں اختلاف ہے اور مسلک مختار اس کی شرط نہ لگانا ہے۔ اس (گناہ صغیرہ سے احتراز) کے طاقت بشری سے خارج ہونے کے سبب۔ مگر گناہ صغیرہ پر اصرار کیونکہ یہ گناہ کبیرہ ہے (پس اس سے اجتناب کی شرط ہوگی) اور مروت سے مراد ان بعض ذلیل اور گھٹیا حرکات سے بچنا ہے جو شرافت ومروت کے خلاف ہے۔ جیسے بعض گھٹیا جائز امور مثلاً بازار میں کھانا اور راستے میں پیشاب کرنا اور اسی طرح کی حرکات۔

اقول: جو عادل ہے، وہ صوفی ہے اور جو صوفی ہے، وہ عادل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل وائمہ محدثین اس مفہوم

کواپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں اور صوفیائے کرام اپنی اصطلاحات متعارفہ کی روشنی میں اس مفہوم کی توضیح کرتے ہیں اور ماحصل ایک ہے۔

چونکہ تمام صحابہ کرام شریعت وطریقت کی اعلیٰ منازل پرفائز تھے۔اس لئے حضرت سرکار کائنات ﷺ نے فرمادیا کہ ہمارے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جن کے نقش قدم پرچلوگے،راہ حق پاجاؤگے۔

علم تصوف عہد صحابہ میں

عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعین کے دور میں بھی ارباب زہدوتقویٰ کثیر التعداد تھے۔امام تاج الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے لکھا: واما التابعون فیکاد یعدم فیھم الکاذب عمداً۔ (طبقات الشافعیہ ج۹ص۱۲۲)

(م) قصداً جھوٹ بولنے والا تابعین کے زمانے میں قریباً معدوم ہے۔

زمانہ تبع تابعین اورادوار مابعد میں ذوق عبادت، جذبہ طاعت، اخلاقی معیاراور زہدواخلاص مائل بہ تنزل ہوا۔حب دنیا دلوں میں پیوست ہوئی عالم کون وفساد کی جانب وفور میلان وکشش طبع کودیکھ کرصالحین نے تزکیہ نفوس کیلئے قوم کونوع بہ نوع نسخے بتائے۔ان تمام کاماخذ کتاب الٰہی وفرامین نبویہ تھے۔ان فرمودات وارشادات کا مجموعہ علم تصوف کہلایا جس کی مختصر تعبیر حدیث ذیل میں ہے۔

(۱) عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ-اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ-فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ج۱۰ص۴۰۶-مصنف ابن ابی شیبۃ ج۹ص۲۳)

(ت) حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا-میں نے صحابہ کرام کوضروریات میں شدت اختیار کرتے پایااور بعض صحابہ بعض سے ہنسی فرماتے اور جب رات ہوتی توراہب ہوجاتے۔

(۲)عَنْ قَتَادَةَ سُئِلَ اِبْنُ عُمَرَ-هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَضْحَكُوْنَ؟قَالَ- نَعَمْ-وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ-وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ- اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ-فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا۔

(شرح السنۃ للبغوی ج۱۲ص۳۱۸)

(ت) حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا۔کیا اصحاب رسول اللہ ﷺ ہنسی فرماتے تھے؟ آپ نے جواب دیا۔ہاں، اورایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ بڑا تھا۔

بلال بن سعد نے کہامیں نے صحابہ کرام کوضروریات میں سختی کرتے پایااور بعض صحابہ بعض سے ہنسی فرماتے اور جب رات ہوتی توراہب ہوجاتے۔

توضیح: امور دنیویہ میں شدت اختیار کرنے کامفہوم یہ ہے کہ دنیاوی عیش وعشرت سے اجتناب فرماتے۔تعیش پسندی کوترک کرتے ہوئے دنیاوی ضروریات کی تکمیل میں قدرحاجت پراکتفاء فرماتے۔دن میں آپس میں ہنسی خوشی کے ساتھ رہتے ان کے قلوب واذہان بغض وعداوت سے خالی ہوتے اور راتوں کوعبادتوں میں بسر فرماتے جیسا کہ عہد ماضی میں کلیساؤں کے پادریوں کاطریقہ کارتھا۔

(۳) صحابہ کرام میں سے ہرایک کی عبادت وریاضت، زہدواتقاء

قابل رشک ہے اور سب سے اہم یہ کہ صحبت رسول ﷺ کے سبب انہیں درجات علیا سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ یَوْمًا فَاسْتَقْبَلَهُ شَابٌّ مِنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهُ حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ فَقَالَ لَهُ. کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَارِثَةُ؟ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ۔ فَاِنَّ لِکُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَةً (فَمَا حَقِیْقَةُ) اِیْمَانِکَ؟ قَالَ فَقَالَ۔ عَزَفَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا فَاَسْهَرْتُ لَیْلِیْ وَاَظْمَاْتُ نَهَارِیْ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ کَیْفَ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْهَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ کَیْفَ یَتَعَادَوْنَ فِیْهَا۔ فَقَالَ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَبْصَرْتَ فَالْزَمْ.

(شعب الایمان للبیہقی ج ۱۳ص ۱۵۸۔ مکتبۃ الرشد ریاض۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۳ص ۳۰۲۔ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ج ۶ ص ۱۵۳۔ معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی ج ۲ص ۴۴ ۔ دارالبیان الکویت)

(ت) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت تاجدار انبیا ﷺ ایک دن نکلے تو آپ ﷺ کے سامنے قبیلہ انصار کا ایک نوجوان آیا جسے حارثہ بن نعمان کہا جاتا ہے۔ پس آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا۔ اے حارثہ! کس طرح صبح کی؟ اس نے کہا یقینی طور پر ایمان کے ساتھ صبح کی۔ پس حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غور کرلو تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس لئے کہ ہر حق کیلئے ایک حقیقت ہے۔ تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ راوی نے کہا کہ حارثہ نے کہا۔ میرا دل دنیا سے بے رغبت ہوگیا تو میں اپنی راتوں کو (عبادت الٰہی میں) جاگا۔ اور اپنے دن کو پیاسا رکھا (روزہ رکھا) اور گویا کہ میں ظاہری طور پر اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہنم میں کیسے ایک دوسرے سے دور بھاگ رہے ہیں۔ پھر راوی نے کہا کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے دیکھ لیا پس اسی طریقے پر قائم رہو۔

اقول: حضرات صحابہ کرام کی عبادت آپ نے دیکھ لی۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی عبادت کا کیا حال ہوگا؟ مرقومہ ذیل حدیث شریف پڑھیں۔ اور اندازہ لگائیں۔

(۴) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ کَیْفَ کَانَ عَمَلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ۔ هَلْ کَانَ یَخُصُّ شَیْئًا مِنَ الْاَیَّامِ؟۔ قَالَتْ۔ لَا، کَانَ عَمَلُهُ دِیْمَةً۔ وَاَیُّکُمْ یَسْتَطِیْعُ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَسْتَطِیْعُ.

(صحیح البخاری ج ۲ص ۹۵۷ ۔ صحیح لمسلم ج ۱ص ۲۶۶۔ سنن ابی داؤد ص ۹۴۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ص ۳۸۴)

(ت) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا۔ کیا حضرت رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لئے) کچھ دن خاص فرماتے تھے؟۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا عمل دائمی تھا۔ اور تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی عبادت کی قوت رسول اللہ ﷺ کو تھی۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب۔۲۱)

حضرت سرورکائنات ﷺ کا ہر عمل بندگان الٰہی کیلئے نمونہ عمل ہے۔ محض خصائص رسول ﷺ اس آیت سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ صحاح ستہ میں احادیث نبویہ موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کوصوم وصال سے منع فرمایا یہ دراصل اعمال مخصوصہ سے ممانعت ہے۔ اگر آج ہم اور آپ اسوۂ حبیب معظم ﷺ کو اپناتے ہوئے اعمال وعبادات، اخلاق وکردار ودیگر امور مہمہ میں اتباع نبوی کی عادت ڈالیں اور دائرۂ عمل کو وسعت دیں تو یہی علم تصوف کا مقصود ومآل ہے اور یہی دنیاو آخرت میں برکات وحسنات سے شادکامی کا واحد ذریعہ ہے۔

فرمان الٰہی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ (سورہ اٰل عمران-۱۹)
وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَ ھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

(سورہ اٰل عمران-۸۵)

میں اسی کا بیان ہے اور اسی پیغام کو رب تعالیٰ نے دہراتے ہوئے فرمایا اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ (سورہ اٰل عمران-۳۱)۔ جو احکام اسلامیہ پرعمل کرے گا، وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا متبع ومطیع ہوگا کیونکہ اسلامی احکام کی تعلیم اور اس پرعمل کا حکم آپ ﷺ نے ہی ہمیں دیا۔ اور اسلام کے اصولی وفروعی احکام پرعمل، اطاعت رسول ہے۔ اور اطاعت رسول، احکام اسلامیہ پرعمل کرنا ہے۔ پس تینوں آیات مرقومہ بالا کا مفاد ایک ہی ہے اور اطاعت رسول بعینہ اطاعت الٰہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

(سورۃ النساء-۸۰)

احادیث محررہ بالا حضرت سیدالانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم اوران کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت عبادت کی صراحت کررہی ہیں۔ اور حضرت تاجدار کائنات ﷺ ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں۔ اسی طرح ان کے اصحاب کرام بھی۔ رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّلَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (سورۃ التوبۃ-۱۰۰)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم کی پیروی رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے اور بندہ کا ہر عمل رضائے خداوندی کے حصول ہی کیلئے ہوتا ہے۔ پس خوشنودیٔ یزدانی سے سرفرازی طاعت الٰہی کی بجاآوری میں ہے۔ جس کے عملی نقوش حضرت حبیب معظم ﷺ کے اعمال وافعال کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں اور آپ ﷺ تعلیم پاکر کما حقہ اسے ادا کرنے والے آپ ﷺ کے اصحاب تھے۔ پس ہمیں رسول اللہ ﷺ واصحاب رسول اللہ کے اعمال وافعال، اخلاق وکردار اوران کی عبادت وریاضت کو جاننا اوراس پرعمل پیرا ہونا چاہئے۔ انہی امور کا تفصیلی وتشریحی بیان تصوف کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ جس کا مقصد عمل ہے، نہ کہ علم۔ اگر تصوف کو محض ایک علم وفن کی صورت میں پڑھا جائے تو یہ درحقیقت تصوف کے مقصود اصلی سے گریز کرنا ہے۔ اور تصوف کو نوشت وخواند کے دائرہ تک محدود کر دینا تصوف کو بے فائدہ بنادینا ہے۔ پس تصوف کی کتابوں کا مطالعہ عمل کی نیت کے ساتھ ہونا لازم بلکہ اشد لازم ہے۔

عظمتِ اعلیٰ حضرت

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، کراچی پاکستان

آج ہم اپنے اردگرد پر نظر ڈالیں تو اہل بصیرت صاحبان علم وفن خال خال ہی ملیں گے!..... متاعِ عشق اور دوائے دل لٹانے والوں کی بستی سونی نظر آئے گی..... عشق ومستی، سوز وگداز اور صدق واخلاص کی جنس بھی کمیاب ونایاب ہے..... مگر ہاں!..... اہلِ عشق ومحبت اور صاحبانِ صدق وصفا کے تذکرے دستیاب ہیں..... آج کے دور میں یہ بھی متاعِ گراں مایہ سے کچھ کم نہیں!

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

"اگرچہ بہار کا موسم گزر چکا اور گلستاں پر ویرانی چھائی ہوئی ہے مگر آج بھی گلاب کی خوشبو کا آنا موسمِ بہار کا پتا دیتا ہے"۔

اس حقیقت سے انکار محال ہے کہ مقربینِ بارگاہِ ربوبیت کی زیارت سے مردہ دلوں کو حیاتِ نو کی دولت نصیب ہوتی ہے..... اُن کی زبان سے نکلے کلماتِ طیباب، امراضِ قلبی کے لیے شفاء کا پیغام دیتے ہیں..... لیکن اِن حضرات کے تذکروں سے بھی ان نفوسِ قدسیہ کے حسنِ کردار اور اخلاقِ عالیہ کی ایسی خوشبو میسر ہوتی ہے جو قارئین کے مشامِ جاں کو معطر ومسحور کردیتی ہے..... اُن کے تذکروں سے اُن کی صحبت جیسی تاثیر ملتی ہے، جن سے دلوں کے بند دریچے کھلتے محسوس ہوتے ہیں......... مقربانِ بارگاہِ ربوبیت کے تذکرے اہل ایمان کے لیے سچائی تک رسائی، صبر واستقامت اور اطمینان قلبی کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ. وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ. (سورۂ ہود: ۱۲۰)

"اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتیں (یعنی حضرات اہل اللہ کے تذکرے) یہ اس لیے ہیں کہ پختہ کردیں ان سے آپ کے قلب (مبارک) کو، اور آیا آپ کے پاس اس میں حق اور یہ نصیحت اور (اس میں) یاددہانی ہے اہل ایمان کے لیے"۔

قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات اہل اللہ کے تذکروں سے ایمان والوں کے قلوب پختہ ہوا کرتے ہیں، بزرگوں کی یاد منانا حق ہے اور یہ کہ ان کے تذکروں میں نصیحت ہے..... ان بزرگوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی بھی نمایاں شان کی مالک ہے..... اُن کی علمی وروحانی شخصیت تقریباً سو سال سے عالم اسلام پر بادل بن کر چھائی ہوئی ہے.....

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی ۱۸۵۶ء کو بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء کو وہیں وصال فرمایا..... آپ اس دور میں پیدا ہوئے جب برصغیر کے حالات دگرگوں تھے..... ایک خونی انقلاب آنے والا تھا، مسلمانوں کے حالات اور افکار

واعمال میں ایک ہیجان برپا تھا، ایسی تحریکیں چل پڑی تھیں جنہوں نے ایمان ویقین کو کمزور کردیا تھا...... آپ نے جب ہوش سنبھالا تو اپنی خداداد ایمانی اور علمی قوت سے گرتے ہوؤں کو بچایا، آپ نے مسلمانوں کے ایمان ویقین کو متزلزل اور عشق ومحبت کو برباد نہ ہونے دیا۔ عشق رسول ﷺ کی ایسی شمع روشن کی جس نے تاریک فضاؤں کو آج تک روشن کیا ہوا ہے، آپ نے عشق رسول ﷺ کے ذریعے مسلمانوں میں زندگی کی ایک ایسی لہر دوڑائی جس نے مُردوں کو زندہ کردیا...... آپ نے دور جدید کی شکستوں اور ناکامیوں میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی...... آپ نے پوری اسلامی تاریخ سے کشید کر کے مسلم ثقافت پیش کی...... آپ نے روایتی حکمت ودانش کو زندہ رکھا...... آپ نے جدید سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کیا ...... آپ نے عالمی برادری کا اسلامی تصور پیش کیا اور حقیقی اسلامی برادری کا تحفظ کیا...... آپ نے عصر جدید کو مذہب اور تصوف کی شاندار، روایات کو پامال کرنے نہ دیا...... آپ نے عقائد ونظریات کی حفاظت کی...... وہ عقائد جو اسلام کی اساس ہیں...... آپ ایک عظیم مدبر اور جہاں دیدہ مبصر تھے...... آپ کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وقت نے آپ کو سچا اور صحیح ثابت کیا اور وقت کی گواہی سچی اور اٹل ہے۔ بلاشبہ آپ ایک عظیم بزرگ تھے۔ مزید معلومات کے لیے فقیر کے رسالے ''پردہ اُٹھتا ہے'' اور ''احمد رضا حنفی'' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی کی عظمت کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ جو علوم وفنون آپ کے علم میں تھے بلکہ ان علوم وفنون میں آپ نے تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، ان کے علاوہ مستقبل کے ان علوم وفنون کی نشان دہی کی جو ابھی باقاعدہ وجود میں بھی نہیں آئے تھے...... دوسری نشانی یہ کہ آپ نے ملت اسلامیہ کے دینی، اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی مسائل کا جو حل پیش کیا تھا، ایک صدی گزر جانے کے باوجود عالم اسلام کے مسائل کے لیے آج وہ اسی طرح مؤثر ہیں...... تیسری نشانی یہ کہ آپ کی حیات وتعلیمات اور علمی آثار پر دنیا کے چار براعظموں: براعظم ایشیاء، براعظم یورپ، براعظم امریکہ اور براعظم افریقہ کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں کام ہوا اور ہو رہا ہے۔ تفصیل کے لیے سیدی اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' اور فقیر کا رسالہ ''امام احمد رضا اور جامعہ الازہر'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی نے اپنے علمی تبحر سے علمائے اسلام اور حکمائے اسلام کی یاد تازہ کردی اور ان کے شاندار تسلسل کو قائم رکھا۔ منقولات اور معقولات میں آپ نے اردو، فارسی اور عربی میں جو لاتعداد تصانیف اور شرح وحواشی پیش کیں ان سے آپ کی حیرت انگیز وسعت علمی اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے بہت سے قلمی مخطوطات کے عکس آج بھی موجود ہیں۔ آپ نے اپنے فتوؤں کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے جو منقولات اور معقولات کا جامع ہے۔ ''فتاوٰی رضویہ'' کی بارہ جلدیں متعدد بار ہندوستان وپاکستان سے شائع ہوچکی ہیں ...... تاریخ فتاوٰی میں ''فتاوٰی رضویہ'' اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک ایک فتوے میں بیسیوں حوالے ہیں، جن کو پڑھ کر غیر مفتی بھی مفتی بن گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور نبوت کا دعوٰی کرنے والے پیدا ہوئے تو آپ نے ناموس مصطفیٰ ﷺ کی

حفاظت فرمائی اور نام نہاد دین کی سخت مزاحمت فرمائی، مسلسل رسالے لکھے اور فتاوٰی جاری کیے..... سیرت نبوی ﷺ سے متعلق اگر آپ کے رسالے اور فتاوٰی جمع کیے جائیں تو سیرت النبی ﷺ پر الگ سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے..... حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی ہر کتاب میں سیرت ہی سیرت جگمگا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی نے ادب وشاعری کو مجازی محبوبوں سے نجات بخشی اور حقیقی محبوب کا ایسا رنگ دکھایا کہ سارے رنگ پھیکے پڑ گئے..... فن شاعری میں نعت کو اتنا بلند کیا کہ پوری اردو شاعری تکتی رہ گئی..... آپ نے نعتیہ شاعری سے ملت میں ایک نئی روح پھونک دی..... آپ کا نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' کے نام سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے، جبکہ عربی شاعری کا پورا مجموعہ ''بساتین الغفران'' کے عنوان سے جامعہ ازہر، مصر کے استاذ شیخ سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے مرتب کیا ہے جو ۱۹۹۷ء میں لاہور سے شائع ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا حنفی بریلوی کے عہد میں معاشرے میں بہت سی بدعات رائج ہو گئی تھیں..... آپ نے سختی سے ان کا رد فرمایا اور ایک ایک بدعت کے رد میں تحقیقی مقالے، رسالے اور فتاوٰی صادر فرمائے..... آج ہمارے معمولات میں بھی بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو چکی ہیں جن کی آپ نے سخت مخالفت فرمائی تھی، آپ کے افکار وخیالات کی روشنی میں ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

جب جدید علوم عقلیہ نے جوانوں کو مبہوت کر دیا تھا..... اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی نے اپنے عہد کے سائنسدانوں کو چیلنج کر کے جوانوں کو حیران کر دیا اور ان کا ایمان متزلزل نہ ہونے دیا۔

۱۹۱۹ء کو کشش ثقل کے نتیجے میں آفتاب میں گھاؤ پیدا ہو نگے جس سے زمین کے بعض علاقوں میں قیامت صغرا برپا ہوگی۔ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی کو انگریزی اخبار Daily Ex. press (شمارہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۱۹ء) کی یہ خبر سنائی گئی تو آپ نے اس خبر کو لغو قرار دیا۔ پھر اس پیش گوئی کے رد میں ایک مقالہ ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' قلم بند فرمایا جس میں ۱۷ دلائل سے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا رد فرمایا، چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی نے جو فرمایا تھا وہی سچ ثابت ہوا۔ آپ نے اس رسالے کے بعد علم ھیئت پر دو دقیق مقالے ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' (بریلی) اور ''الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکمة لوهاء فلسفة المشئمة'' (دہلی ۱۹۷۴ء) قلم بند فرمائے، جن میں جدید وقدیم فلسفیوں اور سائنسدانوں کا رد فرمایا ہے..... مزید تفصیل کے لیے سیدی اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور ڈاکٹر محمد مالک کی کتب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اسلامی حکومت مزاج کے اعتبار سے غیر مذہبی نہیں، خالص مذہبی ہے کیونکہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے..... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی کے آخری زمانے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلیں اور ہندو مسلم اتحاد کی باتیں

ہونے لگیں تو آپ نے اس خیال کی سخت مزاحمت ومخالفت فرمائی اور ''دوقومی نظریہ'' کا احیاء کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی ایک قومی نظریہ کے حامی تھے۔ آپ کی انقلابی جدو جہد نے ان دونوں قائدین کی رہنمائی کی...... افسوس ہم ابھی تک ان کے سیاسی تدبر کو سمجھ نہیں سکے ...... اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین...... اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا حنفی بریلوی نے اپنے رسالے ''المحجة المؤتمنه'' میں دوقومی نظریہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

نصاب تعلیم، اسلامی طرز حکومت میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی نے اس جدید نظام تعلیم کے خلاف سخت جد وجہد فرمائی جو انگریز حاکموں نے مسلمانوں کے مزاج ومعاشرت کے بدلنے اور اسلام سے دور کرنے کے لیے نافذ کیا تھا...... آپ نے نظام تعلیم اور اقتصادی نظام کا ایک خاکہ پیش کیا...... جس کا تفصیلی ذکر علامہ جلال الدین قادری نے ''امام احمد کا نظریۂ تعلیم''، پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے ''فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کے آئینے میں'' اور کیمبرج یونیورسٹی کے انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے ''امام احمد رضا محدث بریلوی کا عظیم اصلاحی منصوبہ'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے...... عظیم منصوبہ وہی پیش کرسکتا ہے، جس کے افکار وخیالات خود عظیم ہوں......

بلاشبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی اپنے دور کی ایک ایسی عظیم شخصیت تھے، جن کے افکار وخیالات ہمہ جہت تھے...... ان کا علم ہمہ گیر اور عالمگیر تھا، ان کے اثرات بھی ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے افکار عالیہ سے ہدایت ورہنمائی لینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

واہ واہ ماہ کامل تاریخی مادّے ۱۴۳۷ھ

برانتقال پُرملال حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ

از:- حضرت مولانا مفتی محمد انور علی رضوی منظری، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

آہ ماہ تابندہ واللہ المستعان علیٰ ماتصفون ۲۰۱۵ء

آہ زاہد فقہ داں امین شریعت نوراللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

آہ انیس بزم وفا امین شریعت نوراللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

آہ زہے اہل جود الحاج محمد سبطین رضا نوراللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

بافیض پیر طریقت عدیم البدل ۲۰۱۵ء

مہر منیر ان اللــــہ عـنـده اجر عظیم ۲۰۱۵ء

آہ رحلت سبطین رضا صاحب لطف وجود ۲۰۱۵ء

وصال امین شریعت مہ کامل نوراللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

آہ والا ہمت نبیرۂ استاذ زمن ۲۰۱۵ء

آہ چشمۂ نور، برادر تحسین ملت ۲۰۱۵ء

آہ بدر ہند، علم دین کا سورج غروب ہوگیا ۲۰۱۵ء

آہ وصال امین شریعت محبّ مولیٰ نوراللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

آہ صد آہ مرید مفتی اعظم بلا واسطہ ۲۰۱۵ء

آہ رخصت عالم سعادت مآب ۲۰۱۵ء

آہ صد ہزار حیف مفتی اعظم ایم پی ۲۰۱۵ء

آہ ہادئ انجمن شیخ پارسا نور اللہ مرقدہ ۲۰۱۵ء

آہ رخصت زبان حق گو نکہت گل ۲۰۱۵ء

آہ رخصت ذی جاہ ۲۰۱۵ء

مولانا نور بخش توکلی کے متعلق ایک دیوبندی شبہ کا ازالہ

از:- مولانا ہیثم عباس قادری رضوی، لاہور پاکستان

بعض دیوبندی تحریرات میں یہ اعتراض پڑھنے میں آیا ہے کہ مولانا نور بخش توکلی صاحب نے اپنی کتاب ''سیرتِ رسولِ عربی'' میں مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللّٰہ علیہ'' لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کو مسلمان سمجھتے تھے۔ راقم نے ضروری سمجھا کہ اس شبہے کا جواب دے کر اس کی وضاحت کردی جائے، راقم کے پاس ''سیرتِ رسولِ عربی'' کے پہلے ایڈیشن کا عکسی ایڈیشن موجود ہے، جسے ''الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور'' نے شائع کیا ہے اس ایڈیشن میں مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللّٰہ علیہ'' کے الفاظ پر مشتمل مکمل کلمۂ ترحیم نہیں بلکہ اس کا اختصار ''رحہ'' درج ہے۔

دیوبندی اعتراض کا پہلا الزامی جواب

دیوبندی مولوی کا ولید بن مغیرہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ'' کی علامت ''رضہ'' لکھنا:

مولوی سمیع الرحمان دیوبندی نے اپنی کتاب میں مشہور گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کے نام کے ساتھ رضی اللّٰہ عنہ کی علامت ''رضہ'' لکھی ہے ملاحظہ ہو کتاب ''آئینہ غیر مقلدیت'' صفحہ ۳۴ (مطبوعہ مکتبہ صدیقیہ، نور محل روڈ، بہاولپور)

جس طرح دیوبندیوں نے مولانا نور بخش توکلی کی کتاب ''سیرتِ رسولِ عربی'' میں مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ درج کلمۂ ترحیم کی علامت ''رحہ'' دیکھ کر یہ استدلال کیا ہے کہ ''مولانا نور بخش توکلی صاحب مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کو مسلمان سمجھتے تھے'' (معاذ اللّٰہ) بالکل اسی طرح یہ کہنا بھی درست ہے کہ ''مولوی قاری سمیع الرحمان دیوبندی صاحب گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کو مسلمان سمجھتے ہیں اسی لیے ان کی کتاب میں اس گستاخ کے نام کے ساتھ ''رضی اللّٰہ عنہ'' کی علامت ''رضہ'' لکھی گئی ہے''۔ جو جواب دیوبندی اپنے مولوی کی صفائی میں پیش کریں گے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا.

دیوبندی اعتراض کا دوسرا الزامی جواب

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کا سیدی اعلیٰ حضرت کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللّٰہ علیہ'' کا دعائیہ کلمہ لکھنا:

اعلیٰ حضرت کے شدید معاند اور حاسد ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی (مؤلف مطالعہ بریلویت) کی کتاب ''آثار التنزیل'' میں سیدی اعلیٰ حضرت کا نام گرامی یوں لکھا ہے ''مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحہ'' (صفحہ ۱۰۵! مطبوعہ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور۔ بار سوم ۱۹۸۱ء)

قارئین! مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ

کلمہ ترحیم رحمۃ اللہ علیہ کی علامت ''' '' کی بنا پر مولوی قاسم نانوتوی کو مولانا نور بخش توکلی کی نظر میں مسلمان گردانتے والے دیوبندیوں کے اصول کے مطابق ثابت ہوا کہ '' ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے سیدی اعلیٰ حضرت کے نام کے ساتھ کلمہ ترحیم رحمۃ اللہ علیہ کی علامت ''' '' لکھ کر آپ کو مسلمان تسلیم کرلیا ہے''۔

کتاب ''سیرتِ رسولِ عربی'' میں کاتب کی غلطی کو بنیاد بنا کر مولوی قاسم نانوتوی کو مولانا نور بخش توکلی کے نزدیک مسلمان ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے دیوبندی ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی اور مولوی سمیع الرحمان دیوبندی کا دفاع کیسے کریں گے؟

دیوبندی اعتراض کا پہلا تحقیقی جواب

''انوارِ آفتابِ صداقت'' جلد اوّل پر حضرت مولانا نور بخش نقشبندی توکلی کی تقریظ:

مولانا نور بخش توکلی اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں ''حامداً ومصلیاً ومسلماً اما بعد! خاکسار نے ''انوارِ آفتابِ صداقت'' مصنفہ مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی کو متعدد مقامات سے دیکھا، مصنف نے ہر جگہ عقیدۂ اہلِ سنت و جماعت کے ثبوت میں دلائلِ واضحہ و براہینِ قاطعہ پیش کیے ہیں اور ان مسائل پر قلم اُٹھایا ہے جن کی تردید اس زمانۂ پُر آشوب میں نہایت ضروری ہے فرقۂ وہابیہ نجدیہ کی تردید میں یہ مجموعہ بڑا کارآمد ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کی اس عرق ریزی کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور اسے مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ بجاہ حبیبہ سیّدنا ومولانا ووسیلتنا فی الدارین محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حررہ العبد العاصی الفقیر التوکلی نور بخش الحنفی النقشبندی۔ ناظم التعلیم دارالعلوم نعمانیہ ومدیر رسالہ ماہوار انجمن نعمانیہ ہند، لاہور۔ یکم شعبان ۱۳۳۸ھ''

(انوارِ آفتابِ صداقت، جلد اول صفحہ ۵ مطبوعہ میر امیر بخش اینڈ سنز، تاجرانِ کتب، کشمیری بازار، لاہور۔ ایضاً، جلد اول صفحہ ۷ ناشر ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، تاجرانِ کتب، کشمیری بازار، لاہور۔ ایضاً، جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ کتب خانہ سمنانی، اندر کوٹ، میرٹھ۔ ایضاً، جلد اول صفحہ ۴۶، ۴۷ مطبوعہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔ ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)

''انوارِ آفتابِ صداقت'' جلد دوم پر حضرت مولانا نور بخش نقشبندی توکلی کی تقریظ

''حامداً ومصلیاً ومسلماً، اما بعد تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں عرب شریف کے ملحق عراق کے صوبہ نجد سے مطابق خبر حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتنہ وہابیہ کا ظہور ہوا، یہ فتنہ پھیلتے پھیلتے مرضِ متعدی کی طرح ہندوستان میں بھی آپہنچا، اس فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو موحدِ حقیقی اور باقی سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے ہیں اور اپنی تصانیف میں کھلے الفاظ میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں بلکہ اپنی تصانیف کے ناموں میں بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنی

کتاب کا نام ''اثبات التوحید'' رکھا تھا اسی کی اتباع سے پنجاب میں حکیم مولوی محمد حسین قریشی ایمن آبادی نے اپنی کتاب کا نام ''اثبات التوحید'' رکھا ہے، موخر الذکر کتاب کو حکیم صاحب نے مولانا مولوی حاجی قاضی فضل احمد صاحب حنفی نقشبندی پنشنر کورٹ انسپکٹر کی مشہور اور جامع کتاب ''انوارِ آفتابِ صداقت'' کے جواب میں لکھی ہے جس میں عقائدِ وہابیہ کی تفصیل اور تردید درج ہے جناب قاضی صاحب موصوف نے جواب الجواب میں یہ کتاب ''فضل الوحید'' لکھی ہے فقیر نے ہر سہ ۳ کتب کو متعدد مقامات سے دیکھا ہے ''فضل الوحید'' میں ''اثبات التوحید'' کا ردِ بلیغ ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ حکیم صاحب کے پاس ''انوار'' کے دلائل اور براہین کا حقیقت میں کوئی جواب نہیں، اس پُر آشوب زمانے میں اہلِ اسلام کے لیے جناب قاضی صاحب کی دونوں کتابوں کا مطالعہ ازبس مفید اور ضروری ہے اور فقیر دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس کو مخالفین کی ہدایت اور موافقین کی تقویتِ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا و مولانا ووسیلتنا فی الدارین محمد والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین امین یا رب العالمین ۱۷ شوال ۱۳۴۵ھ''

(انوارِ آفتاب صداقت جلد دوم صفحہ ۱۲، ۱۳ مطبوعہ ناشر ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، تاجرانِ کتب، کشمیری بازار، لاہور)

مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ کی ''انوارِ آفتابِ صداقت'' کی تائید میں لکھی گئیں ان باطل شکن تقاریظ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ تکفیرِ دیوبندیہ کے قائل تھے کیونکہ ''انوارِ آفتابِ صداقت'' کی جلد اول کے آخر میں سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی کتابِ مستطاب ''حسام الحرمین'' کا خلاصہ، نام بنام اکابرِ دیوبند مولوی رشید گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی تکفیر اور دیوبندی کتاب ''المہند'' کا رد کیا گیا ہے۔

دیوبندی اعتراض کا دوسرا تحقیقی جواب

مولوی ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے ایک اصول بیان کر کے دیوبندیوں کی ساری کاروائی پر پانی پھیر دیا ہے۔ تفصیل کچھ یوں ہے کہ کسی نے ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی سے سوال کیا کہ آپ کے رسالہ ''دعوت'' میں حضرت علی کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا جاتا ہے حضرت ابوبکر صدیق کے نام کے ساتھ ایسا کیوں نہیں لکھا جاتا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''آپ نے ''دعوت'' کے جن پرچوں میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' آپ کے لیے لکھا دیکھا ہے وہ کاتب کی غلطی ہے ادارے کی نہیں، کاتب لوگ عام طور پر صاحبِ علم نہیں ہوتے اور جہاں کسی بزرگ یا شخصیت کا نام آجائے وہیں اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ تعظیمی الفاظ لکھ دیتے ہیں۔''

(عبقات جلد اول صفحہ ۹۰ مطبوعہ محمود پبلیکیشنز، اسلامک

ٹرسٹ، جامعہ اسلامیہ محمود کالونی، لاہور)

ڈاکٹر صاحب کے اس جواب سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ان کے نزدیک کاتب عام طور پر صاحبِ علم نہیں ہوتے، خود بخود کسی شخصیت یا بزرگ کے نام کے ساتھ القابات لکھ دیتے ہیں، اس لیے یہ کہنا درست ہے کہ مولانا نور بخش توکلی کی کتاب میں تقیہ باز دیوبندی کاتب نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ "" کا اضافہ کر دیا تھا۔

ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی قرن الشیطان کے سلسلے کی کڑیاں ہیں: مولانا نور بخش توکلی

ا۔ "سیرتِ رسولِ عربی" کے آخر میں مولانا نور بخش توکلی نے مسئلہ انکارِ توسل میں دیوبندی فرقے کے بزرگ ابن تیمیہ کا رد کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن تیمیہ کے رد میں کتاب "سرگزشت ابن تیمیہ" لکھی جس کے شروع میں لکھتے ہیں: "امابعد! فقیر نور بخش آپ برادرانِ اہلِ اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے کہ ہمارے ملک میں کچھ عرصہ سے ابن تیمیہ کے بعض رسائل و کتب اور ان کے اردو تراجم شائع ہو رہے ہیں جن سے غرض عامۂ مسلمین میں اس کے خاص مسائل کی اشاعت ہے ان ہی مسائل کے سبب سے اس کی زندگی کا ایک حصہ جیلوں میں گزرا اور مسلمانوں میں ایک فتنہ برپا ہو گیا جو علماء و حاکمِ وقت کی سعی سے دب گیا مگر صدیوں بعد وہی فتنہ نجد میں نمودار ہوا، جہاں سے حسب ارشادِ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کا سینگ نکلا، اس قرن الشیطان کی سرپرستی میں اس فتنہ نے بڑا زور پکڑا اور رفتہ رفتہ ہندوستان بھی پہنچ گیا آخر کار ہوا جو ہوا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا۔ اس سلسلے کے اکابر علماء یہ ہیں۔ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)۔ اس کے شاگرد ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) اور ابن عبد الهادی (متوفی ۷۴۴ھ) محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ) مولوی اسماعیل دہلوی نام نہاد شہید (متوفی ۱۲۴۷ھ) اور محمد بن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) ان کے علاوہ داؤد ظاہری (متوفی ۲۷۰ھ) اور ابن حزم ظاہری (۴۵۶ھ) بھی اسی سلسلہ کی بالائی کڑیاں ہیں مگر ابن تیمیہ سب سے مشہور ہیں، ہندوستان میں اس وقت بھی بعض تیمی مشرب لوگ موجود ہیں جنہیں وہابیہ یا غیر مقلدین کے نام سے پکارا جاتا ہے یہ لوگ اپنے عقائدِ باطلہ کی تبلیغ میں سرگرم رہتے ہیں"

(سرگزشت ابن تیمیہ صفحہ ۵، ۶ مطبوعہ نوری کتب خانہ، بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور۔ ۲۰۰۰ء)

اس اقتباس میں مولانا نور بخش توکلی نے دیوبندیہ وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی ابن تیمیہ، محمد بن عبدالوہاب کا پیروکار اور قرن الشیطان قرار دیا ہے اس لیے دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ اُنہوں نے (قرن الشیطان مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار اور اس کو اپنا مقتدا ماننے والے) مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے لیے دعائیہ کلمہ لکھا ہے سراسر غلط ہے۔

۲۔ اخبار "الفقیہ امرتسر" کے مارچ ۱۹۴۴ء سے مئی ۱۹۴۴ء تک کے شماروں میں آپ کا ایک مقالہ قسط وار بعنوان "محمد بن عبدالوہاب نجدی اور قصیدہ بُردہ شریف" شائع ہوا جس میں آپ نے وہابیوں کی

خوب درگت بنائی۔

۳۔ ''الاقوال الصحیفہ'' مولوی ابوالقاسم بنارسی غیر مقلد وہابی کی کتاب کے رد میں ہے۔

ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہے کہ مولانا نور بخش توکلی، مولوی اسماعیل دہلوی کی تمام ذُرّیات (چاہے وہ دیوبندی کہلواتے ہوں یا غیر مقلد وہابی) کے مخالف تھے۔

دیوبندی حضرات سے ایک مطالبہ

دیوبندی مولانا نور بخش توکلی کی ایسی تحریر پیش کریں جس میں مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتاب ''تحذیر الناس'' میں درج انکارِ ختم نبوت پر مشتمل عبارات کو کفریہ نہ کہا گیا ہو بلکہ ان (کفریہ عبارات) کی تائید کی گئی ہو اور اگر یہ ثبوت پیش نہ کرسکیں تو پھر ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کی علامت '' '' '' کو کاتب کی غلطی قرار دیا جائے، یہ یاد رہے کہ یہ جواب دیوبندی مولوی کے بیان کردہ اصول کے مطابق دیا گیا ہے، اس لیے اگر کوئی دیوبندی جواب دینا چاہے تو یہ بات ذہن نشین رکھے کہ اُس کا جواب کسی بھی طرح دیوبندی مذہب سے متصادم نہ ہو۔

مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی، دیوبندی علماء کے فتاوی کی زد میں:

دار العلوم دیوبند سے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی پر فتویٰ کفر:

دیوبندیوں کے مرکز ''دار العلوم دیوبند'' سے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے کفر کا فتوی جاری ہو چکا ہے، چنانچہ عامر عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''ایک شخص نے مولانا نانوتوی کی کتاب ''تصفیۃ العقائد'' سے دو عبارتیں دو مختلف صفحوں سے بغیر کسی تغیر و تبدّل کے لیں اور مفتیانِ دیوبند کی خدمت میں بغیر مصنف کا نام لکھے بھیج دیں۔ مفتیانِ دار العلوم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، کھٹ سے فتویٰ جو دیا کہ ان عبارتوں کا مصنف گمراہ، کافر ہے اور اس کا نکاح فاسد ہوا، دوبارہ نکاح کرے۔ گویا دوبارہ نکاح نہ کیا تو آگے کا سلسلۂ نسب فاسد ہو جائے۔'' (ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند۔ ماہ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۳)

اس کے کچھ سطر بعد عامر عثمانی دیوبندی، قاری طیب دیوبندی کو مخاطب کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ''خود آپ کے مفتیوں نے آپ ہی کے مقتدائے اعظم حضرت نانوتویؒ کی عبارتوں پر کفر کا فتوی رسید کر دیا'' (ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند ماہ مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۳)

مولوی عنایت اللہ دیوبندی نے مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کی کتاب ''آبِ حیات'' جوتوں پر ڈال دی: مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی۔

> مولوی عبد الجبار سلفی دیوبندی نے مولوی عنایت اللہ شاہ دیوبندی کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ''کشمیر کے ایک علاقہ ڈھڈیال میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی کتاب ''آبِ حیات'' کو شاہ صاحب نے جوتیوں پر ڈالا تھا۔''

(سوط العذاب صفحہ ۵ ناشر ادارہ مظہر التحقیق کھاڑک ملتان روڈ، لاہور)

مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کا موقف قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہے: مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے اپنی کتاب "ندائے حق" میں لکھا ہے: "انبیائے کرام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص و ارشادات کے خلاف "جمالِ قاسمی" ص15 میں فرماتے ہیں "ارواحِ انبیاء کرام علیھم السلام کا اخراج نہیں ہوتا" اب حضرت نانوتوی کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے؟۔"

(ندائے حق جلد اول صفحہ 721)

ایک اور جگہ لکھا ہے:

"حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے۔"

(ندائے حق جلد اول صفحہ 636)

اگر مولوی قاسم نانوتوی موت کے معروف معنی کے منکر نہیں تو مرزائی بھی ختم نبوت کے منکر نہیں: مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے مزید لکھا ہے:

"حضرت نانوتوی رحمتہ اللّٰہ علیہ اس متعارف معنی کی رو سے موتِ نبی کے قائل ہیں یا موت کے کوئی اور معنی لے رہے ہیں اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو ختم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا۔"

(ندائے حق صفحہ 575)

مولوی محمد حسین نیلوی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے موت کا بالکل الگ معنی مراد لیا ہے جس سے موت کا انکار لازم آتا ہے، اگر کوئی دیوبندی کہتا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے اس موقف سے موت کے معروف معنی کا انکار لازم نہیں آتا تو پھر قادیانی خاتم النبیین کی جو تفسیر کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان کو بھی ختم نبوت کا منکر نہیں کہا جاسکتا۔

مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کا موقف قرآن وحدیث واسلاف کے خلاف ہے: مولوی سجاد حسین دیوبندی

دیوبندی عالم احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند سابق مدیر ماہنامہ "تعلیم القرآن" نے "اقامۃ البرھان" میں قاسم نانوتوی دیوبندی کے متعلق لکھا ہے: "حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی روح پاک آپ کے بدن مبارک سے خارج نہیں ہوئی بلکہ تمام بدن سے سمٹ کر قلبِ مطہر میں جمع ہوگئی ہے اور یہی آپ کی موت ہے"

اس کے ایک سطر بعد نانوتوی صاحب کے موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: "حضرت نانوتوی اس قول میں منفرد ہیں اور یہ ان کا مخصوص ذوق ہے موت کا یہ مفہوم کتاب وسنت میں کہیں مذکور نہیں۔ نہ صحابہ رضی اللّٰہ عنھم نہ تابعین، آئمہ مجتہدین اور بعد کے علماء راسخین سے اس کا کہیں نام ونشان ملتا ہے، گویا حضرت نانوتوی کی اختیار کردہ رائے جمہور سلف وخلف اور جمہور امت کے خلاف ہے"۔(اقامۃ البرھان صفحہ 21 مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی)

آخری قسط

بڑے ''دیدہ ور'' تھے استاذ محترم

از: سوگوار غم محمد شمشاد حسین رضوی پرنسپل شمس العلوم بدایوں

(ص)......استاذ گرامی ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ اللہ پاک سب کو شاعری کی دولت سے نہیں نوازتا ہے بلکہ کسی کسی کو عطا فرما دیتا ہے ان میں ایک مفتی صاحب قبلہ بھی تھے جو وقتاً فوقتاً شاعری کیا کرتے تھے ان کی شاعری بکھری ہوئی ہے کسی ایک جگہ جمع نہیں ہے اگر ان کی شاعری تلاش کی جائے تو شاید ہو سکتا ہے کوئی دیوان تیار ہو جائے مگر ان کی شاعری نعت ومنقبت پر مشتمل ہوا کرتی تھی......غالباً ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء کی بات ہے کہ حضور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبل پور سے واپسی پر بنارس میں مقیم ہوئے اور جناب محمود ایاز کے گھر پر قیام فرمایا......آپ کے ساتھ بابو میاں تھے جو سرکار کے خاص خادم تھے حضور رحمانی میاں اور حضور خالد میاں بھی ساتھ میں تھے......حضرت کے استقبال میں ایک مجلس منعقد کی گئی اس مجلس میں مفتی صاحب قبلہ نے ایک منقبت پڑھی تھی جو بڑی اچھی منقبت تھی......ادبی شیرینیت......شعوری اور فطری ترکیبیں......لفظوں کا خوبصورت استعمال......اور لب ولہجہ کا بانکپن......جمالیاتی اسلوب آپ کی شاعرانہ صلاحیت کو نمایاں کر رہا تھا......فن عروض پر بھی مہارت رکھتے تھے اسی لئے کسی شعر کی تقطیع کرنے میں کوئی دیر نہیں لگتی تھی......میں نے دوران درس ایک مرتبہ عرض کیا......حضور تقطیع کس طرح کی جاتی ہے تو آپ نے برجستہ فرمایا۔

فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلات

مار مکا مار گھونسہ مار لات

دونوں مصرعوں کو حرکت وسکون سے ملاتے جاؤ اسی عمل کو فن عروض میں،، تقطیع کہا جاتا ہے......بات میری سمجھ میں آگئی اور میں جان گیا کہ تقطیع کیا چیز ہوتی ہے؟ اس وقت کا یہ درس مجھے آج تک یاد ہے اور پوری زندگی یاد رہے گا کہ ان کے تفہیم کا انداز ہی اس قدر دلکش اور نایاب تھا......

ع......بزرگوں کے بڑے عقیدت مند تھے

آپ اپنے بڑوں کا بڑا احترام کیا کرتے تھے......حضور مفتی اعظم تو خیر آپ کے مرشد کامل ہی تھے مگر خاندان رضا میں سے سب سے زیادہ جن سے متاثر تھے ان کے اسمائے گرامی اسطرح ہیں

☆حضور رحمانی میاں صاحب علیہ الرحمۃ

☆حضور سبطین میاں صاحب علیہ الرحمۃ

☆حضور تاج الشریعہ

☆حضور خالد میاں صاحب علیہ الرحمۃ

☆حضور تحسین میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ

مفتی صاحب قبلہ دو مرتبہ بدایوں تشریف لا چکے ہیں ایک مرتبہ اکیلے ہی تشریف لائے تھے اور دوسری بار اپنے بڑے بیٹے محمد فاروق کو ساتھ لے کر آئے تھے......پہلی بار جب حضرت تشریف لائے تھے......مجھ سے ارشاد فرمایا......چلو مارہرہ شریف چلیں......غالباً جمعہ کا دن تھا اور ٹھیک جمعہ سے پہلے مارہرہ شریف پہونچے......حضور احسن العلماء سے ملاقات ہوئی......وہیں مارہرہ شریف میں جمعہ کی نماز

پڑھی...... حضور احسن العلماء نے خطبہ سے پہلے تقریر فرمائی اور سورہ اخلاص کو اپنی تقریر کا عنوان بنایا...... حضرت مفتی صاحب قبلہ حضور احسن العلماء کی تقریر بڑے غور سے سن رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے مفتی صاحب کسی اور دنیا میں منہمک ہوں...... بعد نماز جمعہ حضرت نے کھانے کا انتظام فرمایا جیسا کہ اس خاندان کا دستور ہے اور کچھ نذرانہ بھی عنایت فرمایا اور ہم دونوں کو رخصت کیا...... بدایوں آتے وقت پورے راستہ میں مفتی صاحب احسن العلماء کی تقریر پر تبصرہ کرتے رہے...... اس واقعہ سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ مفتی صاحب اپنے بڑوں کا احترام کیا کرتے تھے اور جب ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو ان کی باتیں دلچسپی سے سنا کرتے تھے ......جس کسی میں اس طرح کی خوبی پائی جاتی ہے وہ اپنے وقت کا کوئی بڑا ہی ہوتا ہے......

ف......مفتی صاحب اور فتویٰ نویسی

حضرت مفتی صاحب قبلہ جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے مفتی تھے اور دار الافتاء سے جڑے ہوئے تھے حضور شمس العلماء کے دور میں بھی فتاویٰ آپ ہی لکھا کرتے تھے پورے بنارس کا یہ ادارہ مرکزی ادارہ تھا پورے شہر اور قرب و جوار سے بھی فتاویٰ اسی جامعہ میں آیا کرتے تھے اور آپ ہر ایک سوال کا تشفی بخش جواب دیا کرتے تھے آپ کسی بھی سوال کا جواب فقہی جزئیہ کے حوالہ سے دیا کرتے تھے جزئیہ کی تلاش میں آپ کافی محنت کیا کرتے تھے کسی بھی مسئلہ میں جلد بازی سے کام نہیں لیا کرتے تھے......فتاویٰ رضویہ کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور اس بات کی ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے کہ جواب سوال میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تحریر پر تنویر سے سند پیش کی جائے...... جب جواب مکمل ہو جاتا تھا تو حضور شمس العلماء کی بارگاہ میں پیش کر دیا کرتے تھے ان کی تصدیق و توثیق کے بعد ہی جواب سائل کے حوالہ کیا کرتے تھے آپ کے فتاویٰ کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں...... بنارس میں آپ کو اس قدر مقبولیت حاصل تھی کہ میں بتا نہیں سکتا یوں تو وہاں عالم اور بھی ہیں اور مدارس کی تعداد بھی کافی ہے اس کے باوجود جس قدر اعتماد مسلمانوں کا آپ پر تھا کسی اور پر اعتماد نہ تھا...... اگر میں یہ کہوں تو کوئی بیجا نہ ہوگا کہ آپ بنارس کے،، مفتی اعظم تھے...... جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اہل بنارس آپ کی جانب رجوع کرتے اور آپ ہی سے معلومات حاصل کرتے ......آپ کا فتویٰ تحقیقی اور معیاری ہوا کرتا تھا اور دلائل و براہین سے مزین ہوا کرتا تھا...... جب بھی کوئی بات کرتے تو ٹھوس دلائل کے ساتھ کہتے...... کسی مسئلہ میں اپنی رائے پیش کرتے تو مضبوط رائے پیش کرتے اور جب دلائل کی بات آتی تو ایک سے بڑھ کر ایک دلیل پیش کر دیا کرتے تھے...... آپ نے اپنے موقف سے کبھی انحراف اختیار نہ کیا اس معاملہ میں اگر کوئی بڑی شخصیت حائل ہوئی تو اس وقت آپ نے اپنے موقف کو ترجیح دی نہ کہ کسی بڑی شخصیت کو...... یہ بھی دیدہ وری کی ایک اچھی علامت ہے اور علمی برتریت کا اعلیٰ نمونہ ہے......

حضور مفتی صاحب قبلہ جہاں شریعت کے اسرار و رموز سے واقف تھے وہیں عصری تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا کرتے تھے کہاں اور کیا چل رہا ہے اس پر بھی ان کی نظر رہا کرتی تھی...... انہوں نے کسی کے موقف کی تائید میں نہ تو بڑے ادارہ کا لحاظ کیا اور نہ ہی کثیر افراد کا ......اور نہ ہی شخصیت کی رنگا رنگی کا...... ہاں انہوں نے رعایت کی تو

صرف دلیلوں کی.....حجتوں کی.....اور مضبوط براہین کی......مسلک اعلیٰ حضرت کے بڑے شیدائی تھے اور پر زور انداز میں اس کی تائید فرمایا کرتے تھے.....تقریر سے بھی اور تحریر سے بھی......قلم سے بھی اور شعر وسخن سے بھی......میں ان کی کن کن صفتوں اور خوبیوں کا ذکر کروں؟ ان کی ذات اور شخصیت میں بہت سی خوبیاں پائی جاتی تھیں اور کیوں نہ ہو کہ میرے استاذ گرامی،،جامع صفات اور منبع کمالات،،تھے......

میں تقریباً دو سال پہلے جب صدر الافاضل سیمینار میں شرکت کے لئے جامعہ نعیمیہ مراد آباد پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب اپنے گھر معصوم پور میں تشریف رکھتے ہیں میں اور میرے ساتھ مولانا رحمۃ اللہ صدیقی صاحب ان سے ملاقات کے لئے معصوم پور پہنچے......حضرت سے ملاقات ہوئی تقریباً ایک گھنٹہ تک بات چیت ہوئی اور جماعتی انتشار پر تفصیلی گفتگو ہوئی حضرت کچھ انداز گفتگو فرما رہے تھے کہ ہم لوگ اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت جماعتی انتشار کو لے کر بہت زیادہ دکھی ہیں ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ سے کرب و اضطراب کا احساس ہو رہا تھا......آخر میں بس انہوں نے یہی فرمایا آپ لوگ اہل قلم ہیں اس کی آبرو بچائے رکھیے اور احتیاط سے کام لیجئے کہیں اور کسی بھی مقام پر بے راہروی نہ آنے دیں......یہ میری آخری ملاقات تھی اور آخری گفتگو تھی......مجھے ان کی ذات پر ناز تھا فخر تھا اور مجھے اس بات کا احساس تھا کہ جہاں ہم خطا کریں گے حضرت ہم سب کی اصلاح فرمادیں گے کہ میرے استاذ گرامی یقینی طور پر اس درجہ پر فائز تھے.....مگر افسوس ہے کہ وہ ذات گرامی ہم سب کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی جو بے نور کو بانور کیا کرتی تھی اور سونی آنکھوں کو آباد کیا کرتی تھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میرے حضرت فکر وفن سے موسوم تھے اور روشنی کی علامت تھے ہزاروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر عدم کو چلا گیا......ایسوں کی موت واقعی ایک عالم کی موت ہوتی ہے ایک جہاں کی موت ہوتی ہے......پروردگار عالم انہیں غریق رحمت کرے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے ہمارے درمیاں نہ رہتے ہوئے بھی تاباں ہیں زندہ ہیں اور سلامت ہیں......حضرت مفتی صاحب قبلہ سے لگ بھگ تین ماہ پہلے حضرت مولانا محمد نجم الدین صاحب قبلہ کا وصال ہوا آپ تاعمر جامعہ کے پرنسپل رہے ابھی ان کے وصال کے غم سے جاں بر بھی نہ ہوئے تھے کہ یہ ایک تازہ زخم لگا اللہ پاک دونوں بزرگوں کو جوار رحمت میں جگہ عنایت کرے۔ آمین ثم آمین

(بقیہ صفحہ ۵۳ کا)

آہ موت العالم موت العالم صادق ۱۴۳۷ھ
آہ بحر علم امین شریعت ۱۴۳۷ھ
آہ شہزادۂ حسنین محبوب رب نور اللہ مرقدہ ۱۴۳۷ھ
آہ مجموعۂ اخلاق، معدن صدق و صفا ۱۴۳۷ھ
آہ وفات صابر و شاکر، جمال گل ۱۴۳۷ھ
آہ وصال بافیض عالی فکر ۱۴۳۷ھ
آہ ادیب اسلام، وجیہ عالم، نعت گو شاعر ۱۴۳۷ھ
آہ رخصت علام ۱۴۳۷ھ
آہ رخصت لامع ۱۴۳۷ھ
آہ رخصت محب کامل ۱۴۳۷ھ
آہ پارسا، خطیب اہل سنت ۱۴۳۷ھ
آہ مہر حیا، خطیب اہل سنت ۱۴۳۷ھ
آہ حق پسند، مضمون نگار ۱۴۳۷ھ
آہ آہ وصال شہزادۂ حسنین حمیدہ نہاد نور اللہ مرقدہ ۱۴۳۷ھ

مفسر اعظم ہند اکیڈمی کا قیام۔ حضور صاحب سجادہ کا اہم اقدام

بڑی مسرت وشادمانی کی بات ہے کہ حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کے حکم پر آپ کی سرپرستی، آپ کے لخت جگر حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد احسن رضا قادری مدظلہ النورانی کی صدارت و قیادت اور منظر اسلام کے صدر المدرسین حضرت مفتی محمد عاقل صاحب قبلہ کی نگرانی میں مؤرخہ ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۳۷ھ/۲۴ر نومبر ۲۰۱۵ء بروز منگل حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے ۵۲ رویں عرس مفسر اعظم ہند کے موقع پر ''مفسر اعظم ہند اکیڈمی'' کا قیام عمل میں آیا۔

دراصل اس اکیڈمی کی حیثیت تحریک تحفظ سنیت (ٹی ٹی ایس) کے ایک اشاعتی اور ذیلی ادارے کی ہوگی کیونکہ تحریک کے اغراض ومقاصد میں ''جماعت اہل سنت کے فروغ کے لیے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس نکاتی پروگرام'' کو بنیادی طور پر شامل رکھا گیا ہے۔اس بنیاد پر ہر طبقہ اور ہر حلقہ کی ضرورت کے پیش نظر، عوام کی تربیت واصلاح کے لیے سادہ، سہل اور آسان انداز میں مذہبی ومسلکی کتابوں کی تصنیف وتالیف، باطل افکار ونظریات کے ردّ وابطال، ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے اثبات میں قدیم وجدید رسائل خصوصاً معتقدات ومعمولات اہل سنت کے دلائل وبراہین پر مشتمل کتابوں کو تحقیق وتخریج، تصنیف وتالیف اور تراجم کے مراحل سے گزار کر ان کی جدید انداز میں نشر واشاعت کرنا، اکابر خانوادۂ رضویہ، اکابر جماعت اہل سنت کی تصانیف کو احسن انداز میں شائع کرنا، اپنے بزرگوں کے تذکروں کو منظر عام پر لانا تحریک تحفظ سنیت کا ایک اہم مشن ہے۔لہٰذا اسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے ''مفسر اعظم ہند اکیڈمی'' کا قیام عمل میں آیا ہے اور اب یہ اکیڈمی عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، تالیف، جمع وترتیب، تدوین وترجمہ اور نشر واشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہو چکی ہے۔

مفسر اعظم ہند اکیڈمی کے قیام کے فوری بعد یہ طے پایا کہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۹۷ رویں عرس رضوی کے موقع پر راقم الحروف کی مرتب کردہ ''خانقاہ رضویہ کے پانچویں سجادہ ارباب علم ودانش کی نظر میں'' عرفی نام ضیاء احسن نامی کتاب کو منظر عام پر لایا جائے۔ الحمد للہ! اس کتاب کا رسم اجراء ۹۷ رویں عرس رضوی میں حضرت صاحب سجادہ اور حضرت احسن میاں صاحب کے ہاتھوں ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کو عروج واستحکام بخشے اور اس کے ذریعہ ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد سلیم بریلوی

جنرل سکریٹری مفسر اعظم ہند اکیڈمی

درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P./BR-175/15-17
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT 80 GRM

Rs. 20/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
Jan.- 2016

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)